تحفظِ ختمِ نبوّت کی جدّوجہد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّۃ کا ترجمان

ہفت روزہ
ختمِ نبوّۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY
KHATM-E-NUBUWWAT
KARACHI PAKISTAN

جلد: ۴۲ | ۲۲ تا ۲۹ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ تا ۱۵ ستمبر ۲۰۲۳ء | شمارہ: ۳۴

باہمی اختلاف اور ملّت کی ذمّہ داری

حضرت مولانا
ڈاکٹر امجد علیؒ
چند یادیں، چند باتیں

حضرت حذیفہ بن الیمانؓ

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

لے پالک کو جائیداد میں سے حصہ دینا

س:......جناب مفتی صاحب! یہ بتائیں کہ میرا ایک لے پالک بیٹا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کچھ جائیداد اس کے نام کردوں، اور کچھ کاروبار اس کو دے دوں، آپ یہ بتائیں کہ میں ایسا کرسکتا ہوں؟ کیونکہ میری اپنی کوئی اولاد نہیں، میں نے اپنے بھائی کا بیٹا گود لیا ہوا ہے، یعنی میں اپنی وراثت میں سے کیا کچھ اس کو دے سکتا ہوں؟

ج:......واضح رہے کہ زندگی میں آپ کو اپنی جائیداد اور ملکیت میں تصرف کرنے کا مکمل اختیار ہے، جس کو چاہیں دے سکتے ہیں، جس طرح چاہیں تصرف کرسکتے ہیں۔ لہٰذا زندگی میں اگر آپ اپنے لے پالک بیٹے کو کوئی جائیداد دینا چاہیں یا کاروبار دینا چاہیں تو شرعاً اس کی اجازت ہے۔ مگر دوسرے ورثا کو محروم کرنے کی نیت نہیں ہونی چاہئے اور زندگی میں دینے کا مطلب وراثت نہیں بلکہ ہبہ اور ہدیہ ہوتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے جو چیز آپ اسے دینا چاہیں مکمل قبضہ اور ملکیت کے ساتھ دے کر اس کے حوالہ کردیں تو یہ ہبہ مکمل ہوجائے گا اور یہ چیز آپ کی ملکیت سے خارج ہوکر اس کی ملکیت میں داخل ہوجائے گی اور آپ کے ترکہ میں شامل نہیں ہوگی۔ اس کے علاوہ جو چیز آپ کی ملکیت ہوگی وہ ترکہ میں شامل ہوگی اور سب ورثاء میں اپنے شرعی حصوں کے مطابق تقسیم ہوگی۔ آپ کا لے پالک بیٹا آپ کا وارث نہیں۔ ہاں اگر اس کے لئے وصیت کردیں گے تو یہ وصیت کُل مال کے ایک تہائی تک کی جاسکتی ہے۔ ایک تہائی وصیت کے مطابق اسے ملے گا اور باقی دو تہائی ورثا میں تقسیم ہوجائے گا۔

جس شخص کے عقائد درست نہ ہوں، اس سے نکاح جائز نہیں

س:......عرض ہے کہ میرے والدین نے میرا رشتہ طے کیا تھا اور شروع میں میری بھی رضامندی شامل تھی، لیکن کچھ وقت بعد مجھے معلوم ہوا وہ شخص ملحد ہے اور علانیہ طور پر اِس بات کا اقرار کرتا ہے، نام کا تو مسلمان ہے پر کھلم کھلا اللہ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا سراسر انکار کرتا ہے۔ شراب نوشی اور زنا اُس کے لئے عام بات ہے اور وہ مجھے بھی شادی کے بعد شراب پلانے کی خواہش ظاہر کرچکا ہے۔ صرف وہی نہیں اُس کے گھر کے تمام افراد کا یہی حال ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا ایسے شخص سے نکاح جائز ہے؟ میں اپنے گھر والوں کے سامنے انکار نہیں کرسکتی۔ برائے مہربانی رہنمائی کیجئے۔ نیز یہ کہ اب میں شرعی پردہ کرتی ہوں اور اُس کے پاس میری پہلے کی تصویریں ہیں، جب میں نے اُسے پردے کا بتایا تو وہ بھڑک گیا اور میری تصویریں ڈیلیٹ کرنے سے بھی انکار کردیا، مہربانی کرکے بتایئے کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ج:......صورت مسؤلہ میں اگر آپ کی ذکر کردہ معلومات حق وصداقت پر مبنی ہیں تو مذکورہ شخص کے ساتھ آپ کے لئے نکاح کرنا بالکل جائز نہیں۔ جس شخص کے عقائد درست نہ ہوں اور جہاں آپ کے دین وایمان کو خطرہ ہو ایسے شخص کے ساتھ رشتہ جوڑنا کسی بھی طرح درست نہیں۔ آپ کے والدین کے لئے بھی ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسی جگہ رشتہ کرنے پر آپ کو مجبور کریں۔ آپ اس پر ڈٹ جائیں اور اس شخص سے نکاح کرنے سے صاف انکار کردیں۔ تصویر کے گناہ سے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، وہ آپ کی مدد فرمائے گا اور ان شاء اللہ یہ شخص آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ واللہ اعلم بالصواب!

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

جلد:۴۲ ۲۲ تا ۲۹ صفر المظفر ۱۴۴۵ھ مطابق ۸ تا ۱۵ ستمبر ۲۰۲۳ء شمارہ:۳۴

مجلس ادارت

صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

سرپرست

حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی مدظلہ

مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا اللہ وسایا

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین وآرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد	۵	محمد اعجاز مصطفیٰ
باہمی اختلاف اور ملت کی ذمہ داری	۸	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
حضرت ڈاکٹر امجد علیؒ.. چند یادیں، چند باتیں	۱۰	مولانا عمر انور بدخشانی
حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ	۱۳	ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشاؒ
قادیانی عقائد پر ایک نظر!(۲)	۱۸	حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ
دعوتی وتبلیغی اسفار	۲۲	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
خبروں پر ایک نظر	۲۴	ادارہ

بیاد

امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سیّد انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرِتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۰۰ ڈالر، یورپ، افریقا: ۸۰ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرقِ وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۷۰ ڈالر

فی شمارہ: ۱۵ روپے، ششماہی: ۳۵۰ روپے، سالانہ: ۷۰۰ روپے

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷ فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سیّد شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

دورِ نبوت کے تاریخ وار حالات وواقعات

عہدِ نبوت کے ماہ وسال

تالیف: علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

قسط: ۴۸ فصل:.... ۲ ہجری کے سرایا

ان سرایا وبعوث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعداز ہجرت روانہ فرمائے

یہاں سرایا (سریہ کی جمع) اور بعوث (بعث کی جمع) سے مراد وہ لشکر ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفسِ نفیس تشریف نہیں لے گئے بلکہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اَمیر بنا کر بھیجا۔ سریہ اور بعث میں اصل لغت کے لحاظ سے یہ فرق ہے کہ ''سریہ'' اس چھوٹے لشکر کو کہتے ہیں جس میں کم از کم پانچ ۔۔۔یا بقول بعض سو۔۔۔ آدمی ہوں، اور زیادہ سے زیادہ چار سو... یا بقول بعض پانچ سو... آدمی ہوں۔ اور ''بعث'' کسی لشکر کا وہ حصہ کہلاتا ہے جو اس سے جدا ہوا ہو، (یعنی لشکر میں سے کوئی دستہ کسی مہم پر بھیجا جائے)۔ ہم نے اس باب کو دس فصلوں پر تقسیم کیا ہے، اور کل سرایا جن کا ذکر آئے گا ان کی تعداد ستتر ہے۔ (اصل عبارت یہ ہے: ''علیٰ رأس سبعة عشر شهرًا من الهجرة'')

فصل:..... ۲ ہجری کے سرایا

۲ھ سے سرایا کا آغاز اس بنا پر کیا گیا کہ ہجرت کے پہلے سال کوئی سریہ نہیں بھیجا گیا، کیونکہ اس وقت تک جہاد وقتال کی اجازت نہیں ہوئی تھی، جیسا کہ غزوات کے بیان میں گزرا۔

۱:... سریہ حمزہ بن عبدالمطلبؓ:... اس سال ربیع الاوّل یا ربیع الثانی یا رمضان ۲ھ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، سریہ بھیجا گیا، یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا سریہ تھا اور اِسلامی تاریخ میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنھیں اَمیرِ لشکر بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ابوجہل لعین کے ماتحت کفارِ قریش کا ایک قافلہ ملکِ شام سے مکہ جارہا تھا، اس کے تعرض کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس مہاجرین کے ساتھ عیص کے علاقے میں ساحلِ سمندر کی طرف روانہ فرمایا اور حضرت حمزہؓ نے سفید جھنڈا اُٹھایا، یہ سب سے پہلا اسلامی پرچم تھا، اس سریہ میں مقابلہ نہیں ہوا، صحیح وسالم مدینہ واپس آگئے، اس میں اختلاف ہے کہ یہ سریہ ''غزوۂ اَبواء'' سے پہلے تھا یا اس کے بعد؟ اور ''غزوۂ بواط'' سے پہلے؟

عیص:.... بکسرِ عین وسکونِ یا، جُہینہ کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر سے پہلے کسی انصاری کو سریہ میں نہیں بھیجا، غزوۂ بدر میں ان کی صداقت وشجاعت کا علم ہوا تو انہیں بھیجنا شروع کیا۔

۲:... سریہ عبیدہ بن حارث بن عبدالمطلب بن مناف القرشی المطلبیؓ:... اسی سال ربیع الاوّل میں اور بقولِ بعض شوال میں، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ساٹھ یا اَسّی مہاجرین کے ساتھ ''بطن رابغ'' کی طرف بھیجا، انہیں قریش کے ایک قافلے سے تعرض کرنا تھا جو ابوسفیان بن حرب کی زیر کمان تھا اور جس میں عکرمہ بن ابی جہل بھی تھا، یہ سریہ بغیر مقابلے کے واپس آیا، البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر پھینکا، اور یہ سب سے پہلا تیر تھا جو اِسلامی تاریخ میں پھینکا گیا۔ (جاری ہے)

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

تحفظِ ختم نبوت کی جدوجہد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

فتنۂ قادیانیت کے علمبرداروں نے عقیدۂ ختم نبوت پر ڈاکا ڈالنے کے لئے اسلام کی ایک ایک اصطلاح کو چرا کر اپنے کفر وزندقہ پر چسپاں کرنے کی کوشش کی، اپنے فتنہ پرور دین قادیانیت کو العیاذ باللہ! اسلام کا نام دیا، مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کو محمد رسول اللہ ٹھہرایا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کی اصطلاح مرزا نے اپنے گھر والوں کے لئے استعمال کی، ام المومنین کا اعزاز مرزا نے اپنی بیوی کو دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کا لقب مرزا نے اپنے بے ایمان ساتھیوں کو دیا، قرآن کریم کے مقابلے پر اپنے شیطانی الہامات وپیشگوئیوں کا چربہ ''تذکرہ'' نامی کتاب کو لا کھڑا کیا، کفر کے گڑھ قادیان کو مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ سے افضل قرار دیا، حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کا مصداق خود کو ٹھہرایا، حضرت مہدی علیہ الرضوان کے مقابلے پر خود مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، قادیان میں جعلی منارۃ المسیح بنایا، زکوٰۃ کی جگہ سالانہ ٹیکس عائد کیا، جہاد کو منسوخ کر دیا، نام نہاد بہشتی مقبرہ بنایا اور حج کی بجائے قادیان کے سالانہ جلسہ میں حاضری کو لازمی قرار دیا۔ یہی سالانہ جلسہ قادیانی کفر وزندقہ کی سالانہ عالمی نشر واشاعت کا پلیٹ فارم ہے۔

علمائے امت نے جب فتنۂ قادیانیت کا مقابلہ شروع کیا تو جہاں دلائل وبراہین کے میدان اور مناظرہ ومباہلہ کے محاذ پر اسے شکست سے دوچار کیا، وہیں میدانِ خطابت میں بھی اسے چاروں شانے چِت کیا ہے۔

اس وقت خطبائے امت کا سب سے بڑا پلیٹ فارم مجلس احرارِ اسلام تھی، جس کی سرگرمیاں ہندوستان سے انگریز کو نکال باہر کردینے تک محدود تھیں، فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تکوینی طور پر مامور امام العصر علامہ سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ نے امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو پانچ سو علماء کے اجلاس میں محاذ ختم نبوت کا سالار مقرر فرمایا تو مجلس احرارِ اسلام نے تحفظ ختم نبوت کو اپنا نصب العین بنالیا، اس کے لئے باقاعدہ شعبۂ تبلیغ کا اجرا ہوا اور اسی کے تحت ۲۰ تا ۲۲/اکتوبر ۱۹۳۴ء کو قادیان میں پہلی ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوا۔ یہ تحفظ ختم نبوت کے لئے جماعتی سطح پر تحریک کا آغاز تھا۔

اگست ۱۹۴۷ء کو قیامِ پاکستان کے بعد فتنۂ قادیانیت اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ یہاں پاکستان منتقل ہوا اور صوبہ پنجاب کے زرخیز علاقے دریائے چناب کے کنارے ربوہ کے نام سے قادیانی کفر نے اپنی ریاست قائم کرلی۔ وزیر خارجہ ظفر اللہ قادیانی کی شہ پر قادیانی ملکی کلیدی وحساس عہدوں پر دندنانے لگے۔ اس صورت حال کے پیش نظر جنوری ۱۹۴۹ء میں امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے قیام کا فیصلہ کیا گیا۔ اس جماعت نے ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں قادیانیت کے منہ زور گھوڑے کو لگام ڈالنے کے لئے امت کی قیادت کی اور آئین پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دلوایا، امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے تحت قادیانیوں پر شعائر اسلام استعمال کرنے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ ان تمام تر کامیابیوں کے پیچھے عوامی رائے عامہ ہموار کرنے کا بنیادی عنصر کارفرما ہوتا ہے، جو ختم نبوت کانفرنسوں کے عنوان سے

مسلمانوں کے ایمان کو تازگی بخشتا ہے۔

امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی قیادت میں شروع ہونے والا مجلس تحفظ ختم نبوت کا کارواں خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ، مفکر ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ سے ہوتا ہوا جب محدث العصر حضرت علامہ سیّد محمد یوسف بنوریؒ اور خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی قیادت میں آیا تو اسے بیرون ملک بھی قادیانیوں کی سرکوبی کا موقع ملا اور قادیانیوں کی پناہ گاہ لندن میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کا اجرا ہوا، اب تو برطانیہ کی کئی مسلم تنظیموں نے یہ بیڑا اٹھالیا ہے مگر یہاں بھی فوقیت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو حاصل رہی، قادیانی سربراہ مرزا طاہر کے لندن فرار کے بعد ۱۹۸۴ء میں پہلی ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔

قادیانی جو پہلے ہی قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں کافر تھے، ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان میں آئینی سطح پر بھی کافر تسلیم کیے گئے۔ قرآن کریم کی ۱۰۰ آیات کریمہ، ۲۱۰ احادیث نبویہ اور امت مسلمہ کا پہلا اجماع عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ پر ہوا ہے۔ تحفظ ختم نبوت ہر کلمہ گو مسلمان کا دینی فریضہ ہے، جس سے کبھی بھی سرِ مُو انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ ۱۲۰۰ صحابہ کرامؓ و تابعینؒ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جانوں کی قربانیاں دے کر تحفظ ختم نبوت کی مضبوط نیو اٹھائی ہے۔ سب سے پہلے غازی ختم نبوت حضرت فیروز دیلمیؓ ہیں، جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر پہلے جھوٹے مدعی نبوت اسود عنسی کو قتل کیا۔ سب سے پہلے مجاہد ختم نبوت حضرت ابو مسلم خولانی (عبداللہ بن ثوبؒ) ہیں جنھیں اسود عنسی نے اپنی جھوٹی نبوت پر ایمان نہ لانے کی پاداش میں زندہ آگ میں جلانے کی کوشش کی، مگر اللہ کے حکم سے آگ ان پر ٹھنڈی ہوگئی۔ سب سے پہلے شہید ختم نبوت حضرت حبیب بن زیدؓ ہیں جنھیں ختم نبوت کے دوسرے بڑے منکر مسیلمہ کذاب نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے شہید کیا۔ سب سے پہلے اسیرِ ختم نبوت حضرت عبداللہ بن وہب اسلمیؓ ہیں، جنھیں مسیلمہ کذاب نے گرفتار کر کے جیل میں ڈالا پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے جنگ یمامہ کے روز انہیں جیل سے چھڑایا۔ سب سے پہلے سالارِ ختم نبوت حضرت ضرار بن ازورؓ ہیں جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے تیسرے ڈاکو طلیحہ اسدی کی سرکوبی کے لئے لشکر تیار کر کے روانہ فرمایا تھا۔ عہد نبوت میں ختم نبوت کی پہلی جنگ طلیحہ اسدی کے خلاف لڑی گئی، جب کہ عہد خلافت راشدہ میں اسلام کی پہلی جنگ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے یمامہ کے مقام پر مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑی گئی۔ سب سے پہلے محافظ ختم نبوت کا اعزاز خلیفہ اول سیّدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہے، جنھوں نے سرکاری سطح پر تحفظ ختم نبوت کا فریضہ سرانجام دیا، اور موجودہ جمہوری دنیا میں پاکستان وہ پہلا اسلامی ملک ہے، جہاں آئینی و سرکاری سطح پر فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کی گئی۔

تحفظ ختم نبوت پاکستان کی بقا و سلامتی کی واحد ضمانت ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ پوری امت مسلمہ کو وحدت کی لڑی میں پرو دینے والی مضبوط کڑی ہے۔ آئین پاکستان نے اسلامیانِ پاکستان کو ان کے حکمران کے مسلمان ہونے کی یقین دہانی کرائی ہے، کوئی قادیانی پاکستان کا حکمران کبھی نہیں بن سکتا، چنانچہ قومی اسمبلی میں تحفظ ختم نبوت کے وفد کی قیادت کرنے والے، قادیانی کفر کے مقابلے پر ملت اسلامیہ کا موقف پیش کرنے والے، قائد جمعیت علماء اسلام، مفکر اسلام و مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمودؒ کا ارشاد ہے: ''سن لیجئے! پاکستان کا حکمران صرف وہی بن سکتا ہے جو اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت، ختم نبوت اور آخرت پر یقین رکھتا ہو۔'' پاکستان نے ہمیشہ تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ملت اسلامیہ کی قیادت کی ہے، رابطہ عالم اسلامی سے لے کر بیرونی عدالتوں تک اور مختلف ممالک نے قادیانیوں کو غیر مسلم مانا ہے اور حجاز مقدس کی سرزمین پر قادیانیوں کا داخلہ بند ہوا ہے تو پاکستان کے علماء و عوام کی کاوشوں سے ہوا ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت پورا سال تحفظِ ختم نبوت کی صدائیں ملک بھر میں لگائی جاتی ہیں، خصوصاً ستمبر کے مہینے میں ۷؍ستمبر یومِ تحفظِ ختم نبوت کی یاد کو برقرار رکھنے کے لیے عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ امسال ۳؍جون کو جلال پور پیروالا ضلع ملتان میں بڑی کانفرنس ہوئی، کراچی کے ضلع ملیر میں ۱۲؍اگست کو تحفظِ ختم نبوت علماء کنونشن ہوا، ۲۵؍اگست کو ضلع شرقی میں علماء کنونشن منعقد کیا گیا، جب کہ ختم نبوت کانفرنسیں ۳۱؍اگست کو کوئٹہ، یکم ستمبر کو حیدرآباد، ۲؍ستمبر کو ضلع غربی کراچی، ۳؍ستمبر کو ضلع شرقی کراچی، ۴؍ستمبر کو ضلع کورنگی کراچی، ۵؍ستمبر کو ضلع ملیر کراچی، ۶؍ستمبر کو لاہور، ۱۴؍ستمبر کو راولپنڈی، ۲۸؍ستمبر کو حافظ آباد اور فیصل آباد میں منعقد کی گئیں۔ ۷؍ستمبر کو ملک بھر میں عظیم الشان موٹر سائیکل ریلیاں نکالی گئی ہیں، جب کہ سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر ۲۶، ۲۷؍اکتوبر کو حسب سابق جامعہ ختم نبوت، مسلم کالونی چناب نگر میں ہوگی۔

عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کی موجودہ قیادت امیر مرکزیہ حضرت مولانا حافظ ناصرالدین خاکوانی، نائب امیر مرکزیہ صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد اور صاحبزادہ حضرت مولانا سیّد سلیمان یوسف بنوری، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری پر مشتمل ہے۔ جن کی راہنمائی میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی، حضرت مولانا مفتی محمد شہاب الدین خان پوپلزئی، حضرت مولانا محمد راشد مدنی، حضرت مولانا قاضی احسان احمد سمیت تقریباً ۴۶ مبلغین ملک بھر میں تحفظ ختم نبوت کے منّاد ہیں۔

تحفظِ ختم نبوت کی جدوجہد میں اپنا حصہ شامل کر کے سعادت مند بنیے، ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کر کے اپنا ایمان بڑھائیے اور یقین کو تازگی بخشیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے، آمین ثم آمین!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین

باہمی اختلاف اور ملت کی ذمہ داری

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

اللہ سبحانہ تعالیٰ نے انسان کو ایک جیتا جاگتا، ہنستا، بولتا اور چلتا پھرتا وجود عطا کیا ہے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت دی ہے، غور وفکر کا ملکہ ودیعت فرمایا ہے اور ارادہ واختیار کی قوت سے اسے نوازا گیا ہے، اس لئے کسی بھی انسانی سماج سے یہ توقع نہیں رکھی جاسکتی کہ اس میں اختلاف پیدا ہی نہ ہو اور وہ پتھر کی مورت کی طرح خاموش اور بے زبان رہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے سوچنے کے انداز میں فرق رکھا ہے، ذوق ونظر کا اختلاف بھی پایا جاتا ہے اور مفادات میں ٹکراؤ بھی، پس کسی بھی انسانی سماج میں اختلاف کا وقوع پذیر ہونا فطری بات ہے اور اس سے کوئی مفر نہیں، اگر یہ اختلاف خلوص اور نیک نیتی پر مبنی نہ ہو بلکہ ضد اور خودغرضی کی وجہ سے ہو، تو یہ مہذب اور شائستہ اختلافِ رائے کی حدوں سے گذر کر باہمی جنگ و جدال، تہمت اندازیوں اور الزام تراشیوں کا باعث بن جاتا ہے، معاشرہ میں ہمیشہ ایسے واقعات پیش آتے رہے ہیں اور پیش آتے رہیں گے۔

سوال یہ ہے کہ ایسی نزاع اور اختلاف کا حل کیا ہے؟ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے، جو زندگی کے ہر گوشہ میں انسان کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتی ہے، اس نے یقیناً اس سلسلہ میں بھی رہنمائی کی ہے، کسی بھی نزاع سے بنیادی طور پر تین طبقے متعلق ہوتے ہیں، دو فریق تو وہ جو باہم ایک دوسرے سے برسرپیکار ہوں، اور تیسرا وہ سماج اور معاشرہ جس میں اس طرح کی نزاع پیش آتی ہو، قرآن حکیم کی نگاہ میں فریقین کی ذمہ داری یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں دونوں ایک دوسرے سے قریب آنے کو تیار نہ ہوں اور وہ اپنے طور پر اس فاصلہ کو سمیٹنے اور اس خلیج کو پاٹنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہوں تو کسی ایک متفق علیہ شخصیت کو فیصل بنالیں، یا دونوں فریق اپنی صف سے کسی مخلص، دین دار، سمجھدار اور معاملہ فہم آدمی کا انتخاب کریں اور ان کو اپنا ''حکم'' مان لیں، ان دونوں کے حکم کا فریضہ ہے کہ وہ ان دونوں فریق کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کی بھرپور سعی کریں، قرآن مجید کہتا ہے کہ اگر حکم طرف دار بنے بغیر نیک نیتی اور صدق دلی کے ساتھ صلح کی کوشش کریں گے، تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کو کامیابی سے ہمکنار فرمائیں گے، ''ان یریدا اصلاحا یوفق اللہ بینھما'' (النساء: ۳۵)، صلح اور باہمی اختلاف کو دور کرنے کا یہ نہایت بہترین طریقہ ہے؛ بلکہ یہ اختلافات سے باہر آنے کا باعزت راستہ بھی ہے؛ اس لئے کہ اس میں نہ کسی فریق کی فتح ہے اور نہ کسی فریق کی شکست، اس سے سماج میں بھی انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کی جو دولت حاصل ہوتی ہے، وہ ان سب سے بڑھ کر ہے، لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو حقیر نہ سمجھے، اس کے اندر حقائق کو قبول کرنے کی جرأت ہو اور اس کی نگاہ نوشتۂ دیوار کو پڑھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

تیسرا طبقہ جو مسلمانوں کے باہمی اختلاف سے اپنے آپ کو الگ نہیں رکھ سکتا، وہ ہمارا سماج ہے، یہ سمجھنا کہ یہ فلاں اور فلاں شخص کا اختلاف ہے، ہمیں اس میں پڑنے کی کیا ضرورت۔ صحیح فکر اور مثبت سوچ نہیں، مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ جب وہ دو افراد کے درمیان آویزش اور اختلاف محسوس کریں تو ان میں صلح کرانے اور شکستہ دلوں کو جوڑنے کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، لہٰذا اپنے دو بھائیوں کے درمیان میل ملاپ کرا دیا کرو ''إنما المؤمنون إخوۃ فأصلحوا بین اخویکم واتقوا اللہ لعلکم ترحمون'' (الحجرات: ۱۰)، یہ نہایت ہی اہم فریضہ ہے، افسوس کہ مسلمانوں کو اس کی اہمیت اور سماج کے تئیں اپنی ذمہ داریوں کا نہ ادراک ہے اور نہ احساس۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تم کو روزہ، صدقہ اور زکوٰۃ سے بھی افضل چیز بتاؤں؟ ہم لوگوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ ہے باہمی خلش کو دور کرنا اور صلح کرانا، اصلاحِ ذات البین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

آپس میں تعلقات کا بگاڑ مونڈ دینے والی چیز ہے (الادب المفرد، حدیث نمبر:۳۹۱)، ’’مونڈ دینے والی چیز‘‘ سے مراد یہ ہے کہ یہ چیز صفایا کردینے اور تباہ وبرباد کردینے والی ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے اور ان کے باہمی اختلافات کو رفع کرنے کا کس قدر پاس ولحاظ تھا، اس کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ باوجودیکہ نماز میں جماعت کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حد درجہ اہتمام تھا، عین میدانِ جنگ میں بھی غیر معمولی حالات کے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت نہیں چھوٹتی تھی اور مرضِ وفات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت میں شرکت کا اہتمام فرمایا، جب خود چلنے کی طاقت باقی نہیں رہی، تب بھی رفقا کی مدد سے شریک جماعت ہونے کی کوشش فرمائی، لیکن اس کے باوجود قبیلۂ بنی عمرو بن عوف میں ایک جھگڑا رفع کرنے اور مصالحت کرانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقا کے ساتھ بہ نفس نفیس تشریف لے گئے اور اس فریضۂ مصالحت میں اتنی تاخیر ہوگئی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا، نماز شروع ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے (بخاری شریف:۲۶۹)، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مسلمانوں کے درمیان صلح کرانے کی کیا اہمیت تھی۔

مدینہ منورہ میں انصار کے دو مشہور خاندان اوس اور خزرج آباد تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ ہمیشہ باہم دست وگریباں رہتے تھے، اسلام ان کے لئے ابرِ رحمت بن کر آیا، صدیوں سے عداوت کی جو آگ بجھائے نہ بجھتی تھی، وہ لمحوں میں سرد ہوکر رہ گئی اور دونوں قبیلے اُخوتِ اسلامی کے رشتہ سے شیر وشکر ہو کر رہنے لگے، یہودیوں کو ان قبائل کا اتحاد اور آپسی محبت ایک آنکھ نہ بھاتا تھا، ایک بار ایک سن رسیدہ یہودی اوس وخزرج کے لوگوں کے پاس سے گزرا اور ان کی باہمی محبت کو دیکھ کر بڑا رنجیدہ ہوا، چنانچہ اس نے اوس وخزرج کی لڑائی کے پرانے قصے چھیڑ دیئے اور اس زمانے میں دونوں قبیلے کے شعراء نے ایک دوسرے کے خلاف جو اشعار کہے تھے، ان کا بھی ذکر نکالا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں خاندانوں کے نوجوان اُٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جاہلی حمیت لوٹ آئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی اس کی اطلاع ملی، بہت تیز تیز تشریف لائے، لوگوں کو شیطان کی اس وسوسہ اندازی سے باخبر کیا، اسی موقع سے سورۂ آلِ عمران کی یہ آیتیں نازل ہوئیں:

’’اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم پر اسلام ہی کی حالت میں موت آنی چاہئے، سب مل کر اللہ کی رسی کو تھام لو، پھوٹ نہ پیدا کرو اور اپنے اللہ کے اس انعام کو یاد کرو کہ تم آپس میں دشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے کرم سے بھائی بھائی بن گئے، نیز تم دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے، تو اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نکالا، اللہ تعالیٰ اسی طرح تم لوگوں کو احکام بتاتے رہتے ہیں، تاکہ تم ہدایت پر قائم رہو۔‘‘ (آلِ عمران:۱۰۲-۱۰۳)

زبانِ مبارک سے ان آیتوں کا سننا تھا کہ دلوں کی کایا پلٹ گئی، لوگوں نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر خوب روئے۔(طبرانی:۲۰/۴)

غرض، کسی بھی انسانی سماج میں اختلاف و نزاع کا پیدا ہونا ایک فطری چیز ہے، جس سے بچنا ممکن نہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ جہاں آگ لگے، وہاں پانی ڈالنے والے لوگ بھی موجود ہوں، جہاں سیلاب آتا ہے تو وہاں ہر شخص پانی کی ظالم موجوں کے آگے بند باندھنے کی کوشش کرتا ہے، ورنہ آگ پوری بستی کو اپنا لقمہ بنالے گی اور سیلاب پوری آبادی کو غرقاب کرکے رہے گا، اس لئے مسلمانوں میں جو ’’اربابِ حل وعقد‘‘ ہوں، یعنی ذمہ دار، سمجھ دار، بااثر، اہلِ علم ودانش، علماء ومشائخ، مذہبی اور سماجی قائدین ان کی نیز ملی تنظیموں اور جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلم معاشرہ میں اُبھرتے ہوئے اختلاف کی بروقت تشخیص کریں، اس کے اسباب وعوامل کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ان کے تدارک کی طرف متوجہ ہوں، ورنہ یقیناً عنداللہ وہ اس سلسلہ میں جوابدہ ہوں گے۔

ہماری بدقسمتی ہے کہ مسلمانوں کے جتنے تعلیمی واصلاحی اور دعوتی ادارے ہیں یا مذہبی اور سیاسی جماعتیں اور تنظیمیں اور اصلاحی تحریکیں ہیں، وہ سب اکثر اختلاف وانتشار سے دوچار ہیں، یہ جماعتیں اور تنظیمیں دولخت بلکہ سہ لخت ہوچکی ہیں، ایک تنظیم کے دو ٹکڑے اور پھر ان ٹکڑوں کی کئی ٹکڑیاں، یہ اختلاف وانتشار اور صلاحیتوں کا بٹوارہ بحیثیت مجموعی ملت کی طاقت کو کمزور اور بے اثر کردیتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہم ہر سطح پر مسلمانوں کی پسماندگی اور زبوں حالی کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کررہے ہیں۔☆☆

حضرت مولانا ڈاکٹر امجد علی رحمۃ اللہ علیہ

چند یادیں ...... چند باتیں!

مولانا عمر انور بدخشانی

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل
وہ دکان اپنی بڑھا گئے

ڈاکٹر امجد علی صاحب رحمہ اللہ گزشتہ کچھ عرصہ سے کافی علیل تھے، آج عشا کی نماز کے بعد یہ افسوسناک اطلاع ملی کہ وہ اس فانی عالم سے عالم آخرت کی طرف منتقل ہو گئے، اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت اور ان کے درجات بلند فرمائے (آمین) ڈاکٹر صاحبؒ مدرسہ عائشہ للبنات، روضہ عائشہ (عربی میڈیم اسکول)، مدرسہ ابن عباس اور معروف اشاعتی ادارہ مکتبہ البشریٰ کے بانیوں میں سے تھے، ان چاروں اداروں کو بام عروج پر پہنچانے میں ان کا کلیدی کردار رہا، ان کی شخصیت سے بچپن سے واقفیت تھی، کچھ سال قبل ان کی بھانجی (معلمہ ساجدہ عابد فاروقی) کے سانحہ وفات پر کچھ یادیں لکھی تھیں، ان میں جو باتیں ڈاکٹر صاحبؒ سے متعلق تھیں جزوی تبدیلی کے بعد وہ یہاں نقل کی جارہی ہیں۔

ویسے تو بعد میں ڈاکٹر صاحب نے موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی تکمیل جامعہ بنوری ٹاؤن سے کی، ابتدا میں غالباً یہ 1987ء کی بات ہے، ڈاکٹر امجد علی صاحبؒ والد محترم مولانا محمد انور بدخشانی صاحب کے پاس قدیم روایتی طرز کے مطابق انفرادی طور پر درس نظامی کی کتب پڑھنے آیا کرتے تھے، ان دنوں والد صاحب سبحانی مسجد پٹیل پاڑہ میں امام تھے، پڑھائی کا وقت مغرب کے بعد کا طے تھا، سبحانی مسجد کے صحن میں بائیں طرف برآمدہ میں مؤذن صاحب (استاذ محترم حضرت مولانا نور الرحمٰن صاحب) کا حجرہ تھا، وہاں بیٹھ کر یہ دونوں حضرات درس وتدریس میں مشغول ہو جاتے، بڑے بھائی (مفتی انس انور) اور راقم اس وقت حفظ کر رہے تھے، ہم وہیں ایک طرف کو بیٹھ کر اپنا سبق یاد کرتے رہتے، لوڈ شیڈنگ کے سبب جب کبھی لائٹ چلی جاتی تو ڈاکٹر امجد صاحب اپنی گاڑی میں ابو کو لے کر لسبیلہ چوک پر واقع جامع مسجد نعمان چلے جاتے، وہاں لائٹ ہوا کرتی تھی، سو وہاں ان دونوں حضرات کے درس وتدریس کا اور ہمارے سبق یاد کرنے کا سلسلہ جاری رہتا، دیکھا جائے کہ بجلی نہیں تھی تو یہ اس دن چھٹی بھی کر سکتے تھے، یا دیگر علمی باتوں میں بھی وقت گزار سکتے تھے، لیکن جب حصول علم کی طلب اور جستجو ہو تو کوئی چیز بھی آڑے نہیں آتی، ڈاکٹر امجد صاحب اس زمانہ میں دن میں طبابت کے فرائض انجام دیتے تھے، اور مغرب کے بعد سے لے کر عشا کے بعد تک اس طرح دینی تعلیم حاصل کرتے تھے، مجھے یاد ہے کہ جب ہم بہن بھائیوں میں کبھی کوئی بیمار ہو جاتا تو ڈاکٹر صاحبؒ ہمیں یہیں مسجد میں دیکھا کرتے اور دوا تجویز کر دیتے، ڈاکٹر صاحبؒ کی طبابت اور ابو کی تدریس کے سائے تلے ہم اپنا سبق یاد کرتے رہتے، چونکہ ساجدہ باجی ڈاکٹر امجد صاحب کی بھانجی تھیں تو ماموں کی وجہ سے ان کا بھی والد صاحب سے تعلق ہو گیا اور انہوں نے بھی والد صاحب سے پڑھنا شروع کر دیا، اصول فقہ کی دیگر کتب کے ساتھ ساتھ توضیح تلویح بھی مکمل والد صاحب سے اسی زمانے میں پڑھی، ڈاکٹر امجد صاحب نے درس نظامی کی کتب انفرادی طور پر پڑھیں اور پھر موقوف علیہ اور دورۂ حدیث جامعہ بنوری ٹاؤن سے مکمل کیا، اس نسبت سے وہ ابنائے جامعہ بنوری ٹاؤن میں سے بھی تھے۔

یہاں ان دونوں شخصیات کا کچھ تعارف قارئین کے علم میں لانا ضروری ہے، ڈاکٹر امجد علی صاحب پاکستان کے چوتھے وزیر اعظم چوہدری محمد علیؒ کے صاحبزادے اور ساجدہ باجی ان کی نواسی تھیں، وزیر اعظم پاکستان کے ایک بیٹے خالد انور ہیں، جو ملک کے ممتاز وکیل اور قانون دان ہیں، دوسرے بیٹے ڈاکٹر امجد علی صاحبؒ تھے جن کی ابتدائی یا بنیادی تعلیم تو ڈاکٹری کی تھی، تاہم اللہ تعالیٰ نے انہیں توفیق دی، اور پھر انہوں نے اپنی بقیہ پوری زندگی

دعوت وتبلیغ اور علوم قرآن وسنت کے لیے وقف کردی اور شاید انہیں سے متاثر ہوکر ساجدہ باجی نے بھی اسی طرف رخ کیا، ان دونوں کی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے یہ انقلاب لکھا تھا، جو آگے جاکر کئی گھر اور خاندانوں میں انقلاب اور تبدیلی کا باعث بنا۔

استاذ محترم حضرت مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ کے بقول حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ (مفتی اعظم پاکستان) فرماتے تھے کہ جو بچہ مکتب جاکر صرف نورانی قاعدہ بھی پڑھ لے تو ان شاء اللہ وہ کبھی بے دین نہیں ہوگا، سو اس خوشگوار تبدیلی اور انقلاب کی بنیاد شاید وزیر اعظم پاکستان چوہدری محمد علیؒ نے رکھ دی تھی، انہوں نے تقسیم سے قبل درس نظامی کی کچھ کتابیں بھی پڑھی تھیں، پھر بعد میں پنجاب یونیورسٹی سے تعلیم حاصل کی، برطانوی حکومت کے دور میں ان کا شمار اعلیٰ مسلمان سول سرونٹس میں ہوتا تھا، پاکستان کے قیام کے بعد آپ کوئی مملکت کا جنرل سیکریٹری بنایا گیا، اور بعد میں وزیر خزانہ اور پھر وزیر دفاع، اور 1955ء میں چوہدری محمد علی صاحب وزیر اعظم پاکستان منتخب ہوئے، آپ کی سب سے بڑی کامیابی پاکستان کے لیے پہلا آئین بنانا تھا جو 1956ء میں نافذ ہوا، انہوں نے تحریک پاکستان کے موضوع پر Emergence of Pakistan کے نام سے ایک کتاب بھی تحریر کی، جس کا ترجمہ ''ظہورِ پاکستان'' کے نام سے اشاعت پذیر ہوچکا ہے، چوہدری محمد علیؒ کا محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے بھی کافی تعلق تھا، کسے معلوم تھا کہ آگے جاکر انہی وزیر اعظم صاحب کے بیٹے حضرت بنوریؒ کے جامعہ سے درس نظامی کی تکمیل کریں گے، غرض ماموں اور بھانجی دونوں ضابطہ کی عصری تعلیم مکمل کرنے کے بعد قرآن وسنت کے علوم کی طرف راغب ہوئے اور پھر اسی کی اشاعت کو انہوں نے اپنا مقصد زندگی بنالیا۔

خیر دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد اسی زمانے میں ڈاکٹر امجد علی صاحب نے مختلف علماء کرام کے مشورے سے کراچی میں خواتین کی دینی تعلیم کے لیے مدرسہ عائشہ صدیقہ کی بنیاد رکھی تو ان کی بھانجی یعنی ساجدہ باجی اس مدرسہ کی معلمہ بھی تھی اور منتظمہ بھی، کراچی شہر میں خواتین کے لیے مستند اور معیاری دینی تعلیمی اداروں میں یہ اولین مراکز میں سے تھا، مدرسہ عائشہ صدیقہ کے ابتدائی زمانہ میں ڈاکٹر صاحبؒ اور ساجدہ باجیؒ کی خواہش اور اصرار پر والد صاحب بھی کچھ سال وہاں تدریس فرماتے رہے، ڈاکٹر صاحبؒ نے مدرسہ عائشہ کے بعد پھر بنین کی تعلیم کے لیے مدرسہ ابن عباس کا آغاز کیا، اس کے بعد بچوں اور بچیوں کے لیے عربی میڈیم اسکول روضہ عائشہ شروع کیا، ان تمام جگہوں پر مکمل تعلیم عربی زبان میں دی جاتی، قرآن کریم سے خاص تعلق ومحبت کی وجہ سے ان کا مشن تھا کہ ایک بچہ یا بچی ابتدا سے لے کر آخر تک تمام تعلیم عربی زبان میں حاصل کرے، اور اس مقصد میں وہ بہت حد تک کامیاب بھی ہوئے، پاکستان میں عربی زبان کے فروغ وترویج میں ان کا کردار نہایت اہم ہے۔

ڈاکٹر صاحبؒ مطالعہ کا بہت ذوق وشوق رکھتے تھے، جہاں کہیں کسی اچھی علمی کتاب کا پتہ لگتا فوری اس کے حصول کی کوشش کرتے، وقتاً فوقتاً دنیا کے مختلف ممالک سے کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا اور مدرسہ ابن عباس کے لیے ایک مثالی کتب خانہ بنادیا، کتابوں کے مطالعہ میں وہ کتابوں کے نفیس اور اچھے نسخہ کا بھی خاص ذوق رکھتے تھے، اور شاید ان کے اس عمدہ ذوق کی بدولت ہی مکتبہ ''البشریٰ'' کی بنیاد پڑی، آج مکتبہ البشریٰ کی عمدہ اور معیاری کتابیں نہ صرف پاکستان بلکہ ساری دنیا میں مقبول ہیں، اس کے پیچھے یقیناً ان دونوں ماموں بھانجی کی سوچ فکر کارفرما ہے، البشریٰ کے بالکل ابتدائی زمانہ میں ڈاکٹر امجد علی صاحب ہی اس کے نگران تھے، انہی کی کوشش اور کاوش سے اس کا آغاز ہوا تھا، اور اس ابتدائی زمانہ میں ڈاکٹر امجد علی صاحب اور ساجدہ باجی کی خواہش پر والد صاحب ہفتہ میں کچھ مخصوص دن وہاں پابندی سے تشریف لے جاتے تھے اور تصنیف وتالیف کے امور میں ہدایات و سرپرستی انجام دیا کرتے تھے، البشریٰ کی اشاعتی خدمات یقیناً ان حضرات کے لیے بھی صدقہ جاریہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی میڈیکل کے شعبہ سے دیرینہ وابستگی تھی، پہلے والدہ ماجدہ (رحمہا اللہ) کی بیماری کے زمانہ میں انہوں نے ہرممکنہ تعاون فرمایا، اس کے بعد والد صاحب زید مجدہم جب کبھی علیل ہوئے ڈاکٹر صاحب ازخود ان کے پاس دیکھ بھال، چیک اپ کے لیے آتے رہے، مشورے دیتے، دوائیں تجویز کرتے، بلکہ بہت دفعہ خود سے دوا وغیرہ بھی

ساتھ لے کر آجاتے، انہوں نے سنت علاج حجامہ کوفروغ دینے میں بھی بھرپور کردارادا کیا، برصغیر پاک وہند میں شاید یہ متروک ہو چکا تھا، لیکن ڈاکٹر صاحبؒ نے عرب وعجم کے مختلف ممالک جاکر پہلے حجامہ سیکھا، اور پھر پاکستان آکر حجامہ کے ذریعہ علاج کرنا شروع کیا، مجھے یاد ہے کہ سن1999ء میں راقم کو سانس کی کچھ تکلیف ہوئی، ڈاکٹروں نے انہیلر کا مشورہ تجویز کیا، ڈاکٹر صاحبؒ کو بتایا تو انہوں نے اس کے بجائے حجامہ کا حکم دیا، اور پھر کہا کہ میرے پاس آجانا میں حجامہ کردوں گا، چنانچہ پھر والد صاحب کے ساتھ جاکر ڈاکٹر صاحب سے حجامہ کرایا، ان کے حجامہ کی برکت سے الحمدللہ! بہت افاقہ ہوا، ڈاکٹر صاحب تواضع، عاجزی اورسادگی کا حقیقی پیکر تھے،لیاقت نیشنل ہسپتال میں بحیثیت سربراہ ان کا آفس ہو یا مدرسہ کا دفتر یا گھر کا ذاتی کمرہ، اس میں صرف بانس کی چٹائی بچھی ہوتی، جس پر وہ بیٹھتے، سوتے، مطالعہ کرتے یا دفتری امورانجام دیتے یا مریضوں کو دیکھتے، بانس کی چٹائی پر آنے والوں کی راحت کے لیے بس سفید چادر بچھی ہوتی تھی، اس کے علاوہ ان کے کمرے یا دفتر میں کوئی فرنیچر نہ ہوتا۔

یادیں اور باتیں تو بے شمار ہیں، اسی پر اکتفا کرتا ہوں، ان کی یادوں، باتوں اور احسانات کا قرض ہے، جسے اتارنا شاید ناممکن ہے، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے اورہمیں ان کی طرح بامقصد زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے،آمین۔

☆☆ .... ☆☆

اسلام اقلیتوں کے حقوق کا ضامن، اسلامی تعلیمات کوغلط رنگ میں پیش نہ کیا جائے

نگران وزیراعظم کا عیسائی کا جنازہ پڑھانے کا بیان غلط ہے: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

کراچی (پ ر) دین اسلام تمام اقلیتوں کے حقوق کا ضامن ہے،لیکن اسلام کسی غیر مسلم کا جنازہ پڑھانے کی اجازت قطعاً نہیں دیتا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی بادشاہ کا جنازہ اس لئے پڑھایا، کیونکہ وہ عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہو چکے تھے اور ان کا جنازہ پڑھانے کے لئے وہاں کوئی مسلمان موجود نہیں تھا۔نگران وزیراعظم محترم جناب انوارالحق کاکڑ صاحب نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائی بادشاہ کا جنازہ پڑھایا، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ بادشاہ موت کے وقت عیسائی نہیں بلکہ مسلمان ہو چکے تھے۔ ان خیالات کا اظہار عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی، نائب امیر مرکزیہ مولانا خواجہ عزیز احمد ومولانا سید سلیمان یوسف بنوری، مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیزالرحمٰن جالندھری، مرکزی راہنماؤں مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی،مولانا شہاب الدین پوپلزئی،مولانا عزیزالرحمٰن ثانی،مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ اور مولانا قاضی احسان احمد ودیگر نے مذمتی بیان میں کیا۔ان کا مزید کہنا تھا کہ نگران وزیراعظم صاحب نے غالباً لاعلمی کی بنا پر ایسا کہا ہے۔اگر ایسا ہی ہے تو ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں اور اگر جان بوجھ کر ایسا بیان دیا ہے تو یہ اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت کی علامت ہے اور اسلامی مملکت کے سربراہ کا ایسا بیان دینا ایک المیہ سے کم نہیں۔ جس سے ان کو وضاحت کرنا ضروری ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مشرکین کے لئے استغفار کرنے سے منع فرمایا ہے۔ امید ہے کہ نگران وزیراعظم صاحب اپنے بیان سے رجوع کریں گے، ہم جہاں سانحہ جڑانوالہ کے متاثرین کے غم میں ان کے ساتھ کھڑے ہیں، وہاں جن لوگوں نے قرآن کریم کی توہین کی ہے، انہیں بھی سخت سزا دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش نہ کیا جائے۔اللہ تعالیٰ ہمارے ملک،قوم اور اسلامی نظریہ کی حفاظت فرمائے۔

”صُوَرٌ مِنْ حَیَاۃِ الصَّحَابَۃ“

زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہ کی

رازدانِ رسول حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

”جو شخص پیروی کرنا چاہے، اسے ان لوگوں کی پیروی کرنی چاہیے جو وفات پا چکے ہیں۔ اس لئے کہ آدمی جب تک زندہ رہتا ہے، اس کے فتنے میں پڑنے اور دین حق سے ہٹ جانے کا خطرہ رہتا ہے۔ وہ لوگ جن کی پیروی کرنی ہے؛ اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، وہ لوگ اس امت کے افضل ترین افراد تھے، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری تھی، وہ دین کا گہرا علم رکھتے تھے، اور تکلف سے دور تھے، ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ مسلمانو! تم ان کا مقام پہچانو، ان کے پیچھے چلو اور ان کے اخلاق وسیرت کو حتی الامکان مضبوطی سے پکڑو، اس لیے کہ وہ لوگ صراطِ مستقیم اور اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی راہِ ہدایت پر تھے۔“ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تصنیف: ڈاکٹر عبدالرحمٰن رأفت پاشا مرحوم (مصر)
مترجم: مولانا اقبال احمد قاسمی، یوکے اسلامک مشن

”تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کرلو، تمہیں اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو، اپنا لو۔“

یہ ہیں وہ الفاظ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ابن الیمان سے اس وقت فرمائے تھے، جب وہ پہلے پہل دربارِ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یمان رضی اللہ عنہ مکی تھے اور قبیلۂ بنی عبس سے تعلق رکھتے تھے، انہوں نے اپنے ہی قبیلے کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا جس کی وجہ سے وہ مکہ چھوڑنے اور یثرب میں پناہ لینے پر مجبور ہوگئے، وہاں انہوں نے قبیلۂ بنی عبدالاشہل کے ساتھ حلیفانہ معاہدہ کرلیا، پھر اسی خاندان میں شادی کرلی اور وہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی پیدائش ہوئی، بعد میں جب وہ موانع دُور ہوگئے جو ان کے اور مکہ کی آمد و رفت کے درمیان حائل تھے، تو وہ آزادی کے ساتھ وہاں آنے جانے لگے۔ لیکن ان کا قیام زیادہ تر مدینہ ہی میں رہتا اور جب آفتاب اسلام جزیرہ نمائے عرب پر ضوفگن ہوا تو حضرت یمان رضی اللہ عنہ بنو عبس کے دس افراد پر مشتمل اس وفد کے ایک رکن تھے، جس نے بارگاہِ نبوت میں باریاب ہوکر اپنے اسلام کا اعلان کیا تھا۔ یہ واقعہ ہجرت نبوی سے پہلے کا ہے۔ اس طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنی اصل کے اعتبار سے مکی اور پیدائش و پرورش کے لحاظ سے مدنی تھے۔ ان کی پرورش و پرداخت ایک مسلم گھرانے میں ایسے مسلمان والدین کی آغوش میں ہوئی تھی جو ابتدا ہی میں اسلام کے ٹھنڈے اور خوشگوار سائے میں آگئے تھے۔ اس طرح حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہونے سے قبل ہی دائرۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے بے حد مشتاق تھے۔ اسلام لانے کے بعد سے وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور اوصاف کے متعلق لوگوں سے برابر پوچھتے رہتے اور ان کے دل میں آتشِ شوقِ دیدار و زیارت ہمیشہ بھڑکتی رہتی تھی۔ آخر کار سمندِ شوق پر سوار وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے مدینہ جا پہنچے اور بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوتے ہی دریافت کیا:

”اللہ کے رسول! میں مہاجر ہوں یا انصاری؟“

”تم چاہو تو مہاجرین میں شامل ہو جاؤ اور اگر چاہو تو انصار میں شمولیت اختیار کرلو، تمہیں اختیار ہے، دونوں میں سے جو بھی پسند ہو اپنا لو۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یا رسول اللہ! میں انصاری ہوں۔“ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کُن لہجہ میں کہا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینے پہنچے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کرلی۔ وہ سائے کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگے رہتے۔ اور غزوۂ بدر کے سوا تمام غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک

رہے۔ غزوۂ بدر میں اپنی عدم شرکت کی وجہ انہوں نے خود ان الفاظ میں بیان کی ہے:

’’میں اس وقت اپنے والد کے ساتھ ایک ضرورت سے مدینے سے باہر گیا ہوا تھا۔ وہاں کفارِ قریش نے ہم دونوں کو گرفتار کرلیا اور پوچھا کہ: ’’تم لوگ کہاں جارہے ہو؟‘‘

ہم نے کہا: ’’مدینہ‘‘ انہوں نے پوچھا: ’’کیا تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جانا چاہتے ہو؟‘‘، ہم نے جواب دیا: ’’ہم مدینہ جانا چاہتے ہیں۔‘‘ اور پھر وہ ہم کو اس شرط پر رہا کرنے پر آمادہ ہوئے کہ ہم ان سے اس بات کا عہد کریں کہ: ’’نہ ہم ان کے خلاف محمد کی مدد کریں گے، نہ جنگ میں ان کا ساتھ دیں گے۔‘‘ یہ عہد لے کر جب انہوں نے ہم کو رہا کیا تو ہم نے مدینے پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس صورت حال سے آگاہ کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایسی حالت میں ہم کیا کریں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو اپنا عہد پورا کرنے اور ان کے خلاف خدائے تعالیٰ سے استعانت کی تاکید فرمائی۔

جنگِ اُحد میں حضرت حذیفہؓ اور ان کے والد حضرت یمانؓ دونوں نے شرکت کی۔

حضرت حذیفہؓ نے اس میں خوب دادِ شجاعت دی اور اختتام جنگ کے بعد صحیح سالم واپس لوٹے لیکن ان کے والد حضرت یمانؓ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ مگر ان کو یہ سعادت مشرکین کی بجائے مسلمانوں کی تلوار سے حاصل ہوئی۔

ہوا یہ کہ اس غزوہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یمانؓ اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہما کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ ایک محفوظ جگہ میں چھوڑ دیا، کیونکہ یہ دونوں حضرات کافی ضعیف اور سن رسیدہ تھے۔ جب معرکۂ کارزار گرم ہوا تو حضرت یمانؓ نے اپنے ساتھی سے کہا:

’’ہم کس بات کے منتظر ہیں؟ خدا کی قسم! اب ہماری عمر کا بہت قلیل حصہ باقی رہ گیا ہے، ہم بہت جلد اپنی مدت حیات پوری کرنے والے ہیں، کیوں نہ ہم اپنی تلواریں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوجائیں، ممکن ہے خدائے تعالیٰ ہم کو دولت شہادت سے بہرہ ور فرمائے۔‘‘

پھر وہ دونوں اپنی اپنی تلواریں لے کر دشمن پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ثابتؓ بن وقش کو تو مشرکین کے ہاتھوں شہادت نصیب ہوئی، مگر حضرت یمانؓ پر نادانستگی میں مسلمانوں کی تلواریں برسنے لگیں۔ حضرت حذیفہؓ میرے والد.... میرے والد.... پکارتے رہ گئے، مگر کسی نے ان کی آواز پر دھیان نہ دیا اور بوڑھے یمانؓ اپنے ساتھیوں کی تلواروں سے زخمی ہوکر گرے اور گوہرِ مقصود اپنے دامن میں سمیٹے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگئے۔ اور حضرت حذیفہؓ صرف اتنا کہہ کر رہ گئے کہ ’’اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مغفرت کرے وہ ارحم الراحمین ہے۔‘‘ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ بیٹے کو اس کے باپ کی دیت ادا کردیں۔ مگر حضرت حذیفہؓ نے یہ کہہ کر دیت لینے سے معذرت کردی کہ: ’’وہ شہادت کے طالب تھے اور ان کی مطلوبہ چیز ان کو حاصل ہوگئی۔ خدایا تو گواہ رہنا، میں نے اپنے باپ کی دیت کو مسلمانوں پر صدقہ کردیا۔‘‘ اس وسیع الظرفی اور کشادہ دلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ان کا مرتبہ اور بلند کردیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صلاحیتوں کو بھانپ کر ان کے اندر پوشیدہ اور مخفی صلاحیتوں سے ان کے حسب استعداد کام لیا کرتے تھے۔ آپ نے جب اس پہلو سے حضرت حذیفہؓ کو جانچا تو ان کے اندر تین اعلیٰ ترین اور غیرمعمولی خوبیوں کا انکشاف ہوا۔ ایک تو غیرمعمولی ذہانت جس سے کام لے کر وہ مشکل سے مشکل مسائل کو بہ آسانی حل کرلیا کرتے۔ دوسری زود فہمی اور حاضر دماغی، جس کے ذریعہ وہ بہت جلد معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتے، اور تیسری چیز تھی رازداری، جس پر وہ سختی کے ساتھ کاربند تھے۔

مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے سامنے سب سے مشکل اور ان کے لئے سب سے زیادہ پریشان کن مسئلہ یہ تھا کہ یہودیوں اور ان کے ہم خیال و ہم مشرب مشرکین میں منافقین کا ایک گروہ موجود تھا جو اپنی گھناؤنی سازشوں اور مکروہ ریشہ دوانیوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی راہ میں طرح طرح کی مشکلات کھڑی کرتا رہتا تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو ان تمام منافقوں کے ناموں سے آگاہ کردیا تھا... اور یہ ایک ایسا راز تھا جس سے حضرت حذیفہؓ کے سوا کسی دوسرے کو مطلع نہیں کیا تھا... اور یہ خدمت ان کے سپرد کی تھی

کہ وہ ان منافقین کی سرگرمیوں اور ان کی حرکات وسکنات پر برابر نظر رکھیں، اوران کی طرف سے پیش آنے والے خطرات کا سدباب اورتدارک کریں۔اسی وجہ سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ”رازدانِ رسول“ کے لقب سے مشہور ہوگئے۔

یوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر بہت سی اہم اور نازک ذمہ داریوں کی ادائیگی میں حضرت حذیفہؓ کا تعاون حاصل کرتے رہتے تھے لیکن سب سے مشکل اور خطرناک ذمہ داری جس میں ان کی ذہانت، زودفہمی اور رازداری کا زبردست امتحان تھا اس وقت ان کے حوالے کی گئی تھی جب غزوۂ خندق کے موقع پر دشمن نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصرہ کررکھا تھا اور محاصرے کے طول پکڑ جانے کی وجہ سے مسلمانوں کی پریشانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ یہاں تک کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے....

مسلمانوں کی تو یہ حالت تھی، لیکن قریش اوران کے حلیف مشرک قبائل کی حالت بھی ان سخت گھڑیوں میں مسلمانوں سے بہتر نہیں تھی۔ ان کے قدم ڈگمگا گئے۔ خدائے تعالیٰ نے ان کے اوپر تیز آندھی کا عذاب مسلط کردیا تھا، جس سے ان کے خیمے الٹ گئے، دیگیں اوندھی ہوگئیں اوران کے چولہے بجھ گئے، ہوا کے تیز جھکڑوں نے ان کے چہروں پر کنکریوں کی بوچھاڑ کردی اوران کی آنکھوں اور نتھنوں کو گرد وغبار سے بھردیا۔

جنگ کے ان نازک اور فیصلہ کن لمحات میں جو فریق گھبرا کر صبر وثبات کا دامن ہاتھوں سے چھوڑ دیتا ہے، وہ خائب وخاسر اور ناکام و نامراد رہتا ہے، اور وہ فریق جو ضبط وتحمل سے کام لیتا ہے اور فریق مخالف کے راہِ فرار اختیار کرنے کے بعد تک محاذ پر ڈٹا رہتا ہے، فتح مند اور کامران ہوتا ہے اور ایسے لمحات میں جو جنگ کے انجام پر فیصلہ کن طور پر اثر انداز ہوتے ہیں.... برتری اسی فریق کو حاصل ہوتی ہے جو فریق ثانی کے حالات سے مکمل طور پر آگاہی حاصل کرکے اپنے موقف کا تعین کرتا اور نقشہ جنگ کو ترتیب دیتا ہے۔اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حذیفہؓ کی صلاحیتوں اور ان کے تجربات سے کام لینے کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ نے طے کیا کہ کوئی آخری اور فیصلہ کن قدم اٹھانے سے پہلے ان کو رات کی تاریکی میں دشمن کے کیمپ میں بھیج کر اس کے حالات معلوم کرلیں۔تنِ تنہا دشمن کے کیمپ میں جانا، موت کے منہ میں جانے کے مترادف تھا لیکن جذبۂ اطاعت وجاں سپاری کی راہ نمائی میں حضرت حذیفہؓ نے اس مہم کو کس طرح انجام دیا، اس کو انہوں نے خود اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمایا ہے:

”اس رات ہم لوگ صفیں باندھے محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ابوسفیان اوراس کے ساتھی مشرکین ہم سے بالائی جانب صف آرا تھے اور بنو قریظہ کے یہودی ہم سے نشیب کی طرف تھے۔ہم لوگوں کو بنو قریظہ کے ان یہودیوں سے اپنے اہل وعیال کے متعلق سخت خطرات لاحق تھے۔ وہ رات، ظلمت، ٹھنڈک اور ہواؤں کی شدت کے لحاظ سے محاصرے کی شدید ترین رات تھی۔ ہوائیں اس طرح گرج رہی تھیں جیسے وہ کانوں کے پردے پھاڑ ڈالیں گی اور تاریکی کا یہ عالم تھا کہ ہم کو اپنے ہاتھ نہیں دکھائی دیتے تھے۔

ایسی سخت گھڑیوں میں منافقین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے۔وہ کہتے کہ:”ہمارے مکانات دشمن کے سامنے کھلے پڑے ہیں“... حالانکہ دراصل وہ کھلے ہوئے نہ تھے... تو منافقین میں سے جو بھی آپ سے جانے کی اجازت مانگتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجازت مرحمت فرمادیتے۔ یہاں تک کہ محاذ پر صرف تقریباً تین سو آدمی رہ گئے تھے۔ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک کرکے ہم میں سے ہر شخص کے پاس تشریف لائے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف بھی آئے، اس وقت ٹھنڈ سے بچاؤ کے لئے میری پاس صرف بیوی کی ایک ہلکی سی چادر تھی، جو میرے گھٹنوں تک بھی نہیں پہنچتی تھی۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب آئے، میں زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

”کون ہے؟“

”حذیفہؓ! میں نے جواب دیا۔

حذیفہؓ؟

میں فاقے اور سردی کی شدت کے مارے زمین کی طرف سمٹ گیا اور بولا:

”ہاں اے اللہ کے رسول! میں حذیفہؓ ہوں، حذیفہ بن یمان۔“

آپ مجھ سے اور قریب آگئے اور سرگوشی کے انداز میں فرمایا:

’’تم چپکے سے دشمن کے کیمپ میں جاؤ اور اس کے حالات معلوم کرکے مجھے آگاہ کرو۔‘‘

حکم سن کر انتہائی خوف اور سخت ٹھنڈک کے باوجود میں نے موت کی وادی کی سمت قدم اٹھادیئے اور آپ کی زبان مبارک سے میرے لئے دعا کے الفاظ نکلے:

’’اللھم احفظه من بین یدیه ومن خلفه وعن یمینه وعن شماله وعن فوقه وتحته۔‘‘

ترجمہ: ’’خدایا! اس کی حفاظت فرما، اس کے سامنے سے، اس کے پیچھے سے، اس کے دائیں سے، اس کے بائیں سے، اس کے اوپر سے اور اس کے نیچے سے۔‘‘

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے یہ الفاظ ابھی ختم بھی نہیں ہونے پائے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے خوف اور میرے جسم سے ٹھنڈک کے اثرات کو زائل کردیا۔ جب میں جانے کے لئے مڑا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا اور فرمایا:

’’حذیفہ! دیکھو ان کے کیمپ میں پہنچ کر کوئی اقدام نہ کرنا۔‘‘ میں نے کہا بہت اچھا اور خاموشی کے ساتھ تاریکی کے پردے میں چلتا ہوا مشرکین کے لشکر میں پہنچ گیا اور ان کے درمیان اس طرح گھل مل گیا گویا میں انہیں میں کا ایک فرد ہوں۔ میرے پہنچنے کے کچھ ہی دیر کے بعد ابوسفیان ان کے درمیان تقریر کرنے کے لئے کھڑا ہوا۔ اس نے کہا:

’’قریش کے لوگو! میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، مگر مجھے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں یہ بات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچ جائے۔ اس لئے تم میں سے ہر شخص اپنے بغل والے کو اچھی طرح سے دیکھ لے۔‘‘

میں نے اپنے پہلو میں بیٹھے آدمی کا ہاتھ پکڑا، اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا فلاں ابن فلاں اور پھر ابوسفیان نے تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا:

’’قریش کے لوگو! اب تمہارے لئے یہاں مزید ٹھہرنے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ہمارے جانور ہلاک ہوتے جارہے ہیں، بنوقریظہ کے یہودی ہم سے کنارہ کش ہوچکے ہیں اور تندوتیز ہواؤں کے ہاتھوں جن پریشانیوں اور مصیبتوں کا سامنا ہمیں کرنا پڑ رہا ہے، ان کا بھی تم مشاہدہ کررہے ہو، اس لئے اب بہتر یہی ہے کہ تم یہاں سے کوچ کرچلو، میں خود بھی واپس جارہا ہوں۔‘‘

یہ کہہ کر وہ اپنے اونٹ کے پاس آیا اس کے گھٹنے سے بندھی ہوئی رسی کھولی اور اس پر سوار ہوگیا، پھر اسے ایک کوڑا رسید کردیا۔ اونٹ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور اپنے سوار کو لے کر روانہ ہوگیا۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپسی سے پہلے مجھے کسی اقدام سے روک نہ دیا ہوتا تو اس وقت تیر مار کر ابوسفیان کو قتل کر ڈالنا میرے لئے بہت آسان تھا۔

اس کے بعد جب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آیا تو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ازواجِ مطہرات میں سے کسی کی چادر اوڑھے نماز میں مشغول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو اپنے قریب بلایا، میں جاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اوپر اپنی چادر کا ایک کنارہ ڈال دیا، میں نے پوری رپورٹ خدمت اقدس میں پیش کردی۔ جسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے، اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی اور اس کا شکر ادا کیا۔‘‘

حضرت حذیفہؓ ابن الیمانؓ زندگی بھر منافقین سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رازوں کے امین رہے۔ خلفائے راشدین منافقوں کے متعلق ہمیشہ ان کی طرف رجوع کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطابؓ کا تو یہ حال تھا کہ جب بھی کسی مسلمان کا انتقال ہوتا تو وہ لوگوں سے دریافت فرماتے کہ حذیفہؓ اس کی نماز جنازہ میں شریک ہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو وہ بھی شریک جنازہ ہوتے۔ بصورت دیگر انہیں اس کے مومن مخلص ہونے میں شک ہوجاتا اور نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ ایک بار انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا کہ: ’’میرے گورنروں میں سے کوئی منافق ہے؟‘‘ حضرت حذیفہؓ نے کہا: ’’ہاں ایک ہے۔‘‘ حضرت عمرؓ نے پوچھا: کون؟ مگر حضرت حذیفہؓ نے اس کا نام بتانے سے معذرت کردی۔ حضرت حذیفہؓ کا بیان ہے کہ: ’’اس کے چند ہی دنوں کے بعد حضرت عمرؓ نے اس عامل کو معزول کردیا، جیسے انہیں اس کی نشاندہی کردی گئی ہو۔‘‘

شاید کچھ لوگوں کو یہ بات نہ معلوم ہو کہ حضرت حذیفہؓ نہاوند، دینور، ہمدان اور رے کے فاتح تھے اور تمام مسلمانوں کے ایک مصحف

پر جمع کئے جانے کے محرک بھی یہی حضرت حذیفہؓ تھے۔

مگر ان تمام خدمات اور عظیم الشان کارناموں کے باوجود خدا کے خوف اور اس کی گرفت سے ہمیشہ لرزہ براندام رہتے تھے۔ جب ان کا مرض الموت شدت اختیار کر دیا اور وقت موعود قریب آپہنچا تو کچھ صحابہ کرامؓ رات پچھلے پہر ان کی عیادت کو تشریف لائے۔

حضرت حذیفہؓ نے دریافت فرمایا کہ: ’’یہ کون سا وقت ہے؟‘‘ جب ان کو بتایا گیا کہ اب صبح ہونے ہی والی ہے تو فرمایا: ’’اعوذ باللہ من صباح یفض بی الی النار‘‘ میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس صبح سے جو مجھے جہنم میں پہنچادے گی، پھر پوچھا: ’’کفن لائے ہو؟‘‘

کہا گیا: ’’ہاں!‘‘ تو فرمایا: ’’دیکھو! میرے کفن میں غلو سے کام نہ لینا، اگر خدائے تعالیٰ کے یہاں میرے لئے خیر ہے تو وہاں مجھے اس سے اچھا لباس مل جائے گا۔‘‘ پھر کہنے لگے: ’’خدایا! تو جانتا ہے کہ میں ہمیشہ فقر کو غنا پر، تواضع کو تکبر پر اور موت کو زندگی پر ترجیح دیتا رہا۔‘‘

پھر ان کی زبان سے آخری الفاظ ادا ہوئے: ’’حبیب جاء علی شوق لا افلح من ندم‘‘..... اور طائر روح قفس خاکی کو چھوڑ کر اپنے ابدی اور دائمی آشیانے کی طرف پرواز کر گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

خدائے تعالیٰ حضرت حذیفہؓ بن الیمان پر رحم فرمائے، وہ اپنی طرز کے ایک نرالے شخص تھے۔

☆☆ .... ☆☆

مولانا ڈاکٹر امجد علیؒ کی نماز جنازہ ادا، ہزاروں افراد کی شرکت

مرحوم ساری زندگی دینی علوم کی ترویج واشاعت اور تبلیغ سے منسلک رہے

ہمہ جہت دینی وملی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی

کراچی (مانیٹرنگ ڈیسک) معروف عالم ومبلغ مولانا ڈاکٹر امجد علیؒ کی نماز جنازہ گلستان جوہر کے وسیع گراؤنڈ میں ادا کر دی گئی، جس میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، جگہ کی تنگی کے باعث بہت بڑی تعداد ٹریفک کے ہجوم کی وجہ سے نماز جنازہ میں شرکت سے رہ گئی۔ سوسائٹی قبرستان طارق روڈ میں والدین کے پہلو میں تدفین عمل میں لائی گئی۔ میڈیا کوآرڈی نیٹر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا محمد طلحہ رحمانی نے بتایا کہ مولانا ڈاکٹر امجد کی پیدائش ۱۹۳۸ء میں ہوئی، آپ کے والد پاکستان کے وزیر اعظم چوہدری محمد علی مرحوم تھے، ڈاکٹر امجد علی نے ملک وبیرون ملک میں اپنا اعلیٰ عصری تعلیمی سفر مکمل کیا، جس میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور ہارٹ اسپیشلسٹ کے طور پر کراچی کے معروف ہسپتال میں برسوں خدمات انجام دیں۔ برطانیہ میں دوران تعلیم تبلیغی جماعت سے منسلک ہوئے، مرحوم نے دینی تعلیم کا آغاز اپنے والد محمد علی سے شروع کیا، بعد میں دینی علوم انفرادی طور پر اپنے وقت کے جید محقق علماء کرام سے حاصل کئے۔ درس نظامی کے آخری دو سال ۸۶-۱۹۸۵ء جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں مکمل پڑھے۔ ۱۹۸۸ء میں طالبات کی دینی تعلیم کے منفرد ادارہ ’’مدرسہ عائشہ صدیقہ‘‘ کی بنیاد رکھی، جس کی نگراں آپ کی بھانجی مرحومہ تھیں۔ ۲۰۰۰ء میں عربی تعلیم کا معروف اور منفرد مدرسہ ابن عباس کا سنگ بنیاد رکھا، جس میں ملک وبیرون ملک کے ہزاروں طلبہ وعلماء نے دینی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد کم عمر بچوں کے لئے ’’روضہ عائشہ‘‘ کے نام سے بھی ایک ادارہ قائم کیا، جس میں ابتداء ہی سے عربی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ کے قائم کردہ تمام اداروں میں عربی درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کا شاندار نظام رائج ہے۔ ڈاکٹر امجد علی مرحوم ساری زندگی دینی علوم کی ترویج واشاعت کے ساتھ ساتھ جماعت تبلیغ سے مستقل منسلک رہے۔ دنیا کے کئی ممالک میں تبلیغی اسفار کئے۔ کراچی اور رائیونڈ تبلیغی مراکز کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ ڈاکٹر امجد علی مرحوم نے وسطی ایشیا کی آزاد ہونے والی ریاستوں میں قرآن مجید شائع کروا کر لاکھوں کی تعداد میں تقسیم کروائے اور اس حوالہ سے ان ممالک میں کئی اسفار کئے اور وہاں مسلمانوں کے لئے مساجد کی تعمیر اور دینی تعلیم کے لئے بھی خدمات انجام دیں، مرحوم نے اصلاحی تعلق سلسلۂ قادریہ کی معروف روحانی وعلمی شخصیت مولانا احمد علی لاہوری مرحوم سے ساٹھ کی دہائی میں قائم کیا۔ ڈاکٹر امجد علی مرحوم نے وسیع دینی فکری اور تبلیغی ودعوتی خدمات انجام دیں۔ ڈاکٹر امجد علی مرحوم کے سوگواران میں اہلیہ سمیت ایک بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں، مولانا ڈاکٹر امجد علی مرحوم کے انتقال پر صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ سمیت دیگر نے انتہائی گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے بڑا سانحہ قرار دیا ہے۔ (روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹ راگست ۲۰۲۳ء)

قادیانی عقائد پر ایک نظر

قسط:۲

بیان:..... حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

چند جاہلوں کی وجہ سے مرزا کا دعویٰ نبوّت:

غلام احمد قادیانی، قادیان، ضلع گورداسپور، صوبہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوا تھا، اور ۱۹۰۱ء تک اس کو یہی پتہ نہ چلا کہ نبوّت کیا ہوتی ہے؟ لیکن جب اس کے چند جاہل مریدوں اور بے وقوف قادیانیوں نے اسے کہنا شروع کردیا کہ تو نبی ہے، ......چند لوگوں نے اس کو مسیحِ موعود کہنا شروع کردیا، اور چند بیوقوفوں نے اُسے نبی کہنا شروع کردیا، تو مرزے کو خیال ہوا کہ میں بھی نبی ہوں، چنانچہ اس کا بیٹا مرزا محمود کہتا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب کو نبوّت کا خیال پیدا ہوا، اور ۱۹۰۱ء میں نبوّت کا دعویٰ کردیا۔ مرزا غلام احمد کے بیٹے کی یہ سابقہ بات کافی ہے، بیٹا بھی وہ جو اس کا خلیفہ ہے، اس طرح مرزا، اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو گمراہ کرتا رہا، اور مسلمانوں کے ایمان و عقیدہ سے کھیلتا رہا، یہاں تک کہ مسلمانوں کے ایمان کی حالت اتنی کمزور ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ایک نبوّت کا دعویٰ کرنے والا، دعویٰ کرتا ہے، اور دعویٰ بھی وہ کرتا ہے جس کا نام غلام احمد ہے، جو آنکھوں سے بھینگا، ہاتھ سے ٹنڈا (لنجا) اور پاؤں سے اعرج تھا، مرزا کا بچپن میں چوٹی سے گر کر سیدھا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا، حتیٰ کہ چائے کی پیالی بھی اس ہاتھ سے نہیں اُٹھا سکتا تھا۔ چنانچہ ''سیرت المہدی'' کا مصنف اور مرزا غلام احمد کا بیٹا بشیر احمد ایم اے لکھتا ہے کہ حضرت صاحب جب نماز کے لئے اُٹھتے تھے تو بائیں ہاتھ سے اس کو سہارا دیتے تھے۔

حدیث شریف کے مطابق حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے، چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہونے والا مسیح نہیں ہوسکتا

بہر حال مرزائی فتنہ چلتا رہا، چلتا رہا، چلتا رہا، اور قادیانی اپنے بارے میں کہتے رہے کہ ہم مسلمان ہیں، بلکہ ہم ہی مسلمان ہیں، اور احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔

قادیانیوں سے ہمارا جھگڑا:

ہمارا قادیانیوں سے دو باتوں پر جھگڑا تھا، ایک یہ کہ مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے، چراغ بی بی کے پیٹ سے پیدا ہونے والا مسیح نہیں ہوسکتا۔

دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوّت کا امکان ہی نہیں، جیسے کلمۂ اسلام ''لا الٰہ الا اللہ'' (نہیں کوئی معبود سوا اللہ کے) کے اقرار کے بعد اللہ کے سوا کسی ظلّی، بروزی، حقیقی، مجازی، اشارہ، کنایہ والے کسی چھوٹے بڑے اور ماتحت خدا کی گنجائش نہیں، اور نہ ہی استعارہ کے رنگ میں کوئی دوسرا خدا ہوسکتا ہے، اسی طرح ''لا نبی بعدی'' کے ''لا'' کے بعد بھی کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے۔

امیرِ شریعتؒ اور لائے نفیٔ جنس کی تشریح!

ہمارے امیرِ شریعت حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ بطور لطیفہ کے فرماتے تھے، ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' میں ''لَا'' کے بعد آگے آگیا ''اِلَّا'' یعنی کوئی معبود ہی نہیں مگر اللہ۔ اس ''اِلَّا'' نے آ کر رُکاوٹ ڈال دی ورنہ اس ''لَا'' نے تو ایسی نفی کی تھی کہ اس نے تو خدا کا بھی تختہ نکال دیا تھا، حضرت شاہ صاحب اپنے مزاحیہ انداز میں یہ بات کیا کرتے تھے۔ دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ'' (میرے بعد کوئی نبی نہیں) مگر مرزا ملعون کہتا ہے: نہیں! آپ کے بعد بھی نبی ہے، اور کم از کم ظلّی، بروزی اور مجازی نبی تو آسکتا ہے۔ یاد رکھو! جس طرح ''لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ'' کے ''لَا'' کے بعد کسی اللہ کی

گنجائش نہیں ایسے ہی ’’لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ‘‘ کے ’’لَا‘‘ کے بعد بھی کسی نبی کی گنجائش نہیں ہے، یہ ’’لَا‘‘ نفی جنس کا ہے، جو جنسِ نبی کی نفی کرتا ہے۔

حیات ونزولِ مسیح اور ختمِ نبوّت کا منکر مسلمان نہیں:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ ہمارا قادیانیوں کے ساتھ ان دوعقیدوں میں اختلاف ہے، ایک حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرا ختمِ نبوّت میں، قادیانی ان دونوں کا انکار کرتے ہیں، اور ان دونوں عقیدوں کا انکار کرنے والا مسلمان نہیں۔ آسمان سے عیسیٰ علیہ السلام کا نازل ہونا قطعی ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا قطعی ہے، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، جو نبوّت کا دعوے کرے یا مسیح ہونے کا دعویٰ کرے وہ کافر۔ لیکن یہ کافر ہونے کے باوجود کہتے ہیں کہ ہم پکے مسلمان ہیں۔ ہم کہتے ہیں تم اپنے دین کا کوئی اور نام رکھ لو، اسلام نہ رکھو، پھر جو مسلمانوں کا برتاؤ ہوتا ہے اس کو دیکھو، مگر یہ باز نہیں آئے، یہ ہر جگہ مسلمانوں کی سیٹوں پر قابض رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک کے اسباب:

پاکستان میں قادیانیوں کے خلاف تین تحریکیں چلیں، پہلی تحریک ۱۹۵۳ء میں چلی تھی، جس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مرزا محمود نے۔۔۔ جو مرزا طاہر کا ابا تھا۔۔۔ یہ کہا تھا کہ ۱۹۵۲ء گزرنے نہ پائے کہ صوبہ بلوچستان کو احمدی بنالو۔ چنانچہ قادیانیوں نے طوفان اور آندھی کی طرح اس منصوبہ پر کام شروع کر دیا، ادھر سے حضرت امیرِ شریعتؒ نے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوّت نے ان کا منصوبہ ناکام بنانے کے لئے مسلمانوں کو بیدار کرنا شروع کر دیا، اور شاہ جیؒ نے یہ نعرہ مستانہ لگایا کہ مرزا محمود ۱۹۵۲ء تیرا ہے تو ۱۹۵۳ء ہمارا ہے۔ خیر! شاہ جیؒ نے تحریک چلائی، الحمدللہ! دس ہزار مسلمانوں نے اس کے لئے شہادت کی قربانی پیش کی، خواجہ ناظم الدین کا دور تھا، حکومت نے اس تحریک کو دبانے کی کوشش کی، مگر بچے، بچے کو پتہ چل گیا کہ یہ قادیانی مسلمان نہیں، تحریکیں توتم نے بھی دیکھی ہوں گی، مگر کبھی کسی تحریک میں ایسا بھی ہوا کہ ریل گاڑی چلانے والے ڈرائیوروں نے تحریک میں شمولیت کے لئے ہڑتال کر دی ہو؟ لاہور کی تاریخ میں سب سے بڑی اور کامیاب ہڑتال ہوئی، یعنی اس تحریک کی وجہ سے تمام سرکاری محکموں نے ہڑتال کر دی۔

خواجہ ناظم الدین کو حضرت شاہ جیؒ کی پیشکش:

خواجہ ناظم الدین جو اسی کراچی میں رہتا تھا، اسے حضرت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہؒ نے یہ آفر دیتے ہوئے کہا تھا کہ: ’’حاجی صاحب! ۔۔۔کیونکہ وہ حاجی، نمازی کہلاتا تھا۔۔۔ اس مسئلے کو حل کر دو، اگر تم نے غیر ملکی مہمانوں کے لئے کوئی خنزیر وغیرہ رکھے ہوئے ہیں تو میں ان کو بھی چرانے کے لئے تیار ہوں، بس! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوّت کا مسئلہ حل کر دے، میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔‘‘

اس وقت مسلمانوں کے صرف دو ہی مطالبے تھے کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دو، اور وزیر خارجہ ظفر اللہ خاں قادیانی کو اس عہدہ سے ہٹادو، مگر افسوس! کہ ’’حاجی‘‘ صاحب کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئی۔ خیر تحریک تو جیسی کیسی ہوئی، سو ہوئی، مگر دنیا نے دیکھا کہ نہ ظفر اللہ قادیانی رہا، نہ خواجہ ناظم الدین رہا، اور نہ ہی ان کی اولا د رہی، اور حکومت بھی چلی گئی۔

۱۹۷۴ء کی تحریک کے اسباب:

بیس سال کے بعد قادیانیوں کو پھر غبار اُٹھا اور ربوہ اسٹیشن پر مسلمان نوجوانوں کی پٹائی کر دی۔ جس کا قصہ یہ ہوا کہ ملتان نشتر میڈیکل کالج کے کچھ نوجوان ریل پر سفر کر رہے تھے، انہوں نے ربوہ ریلوے اسٹیشن پر قادیانیت کے خلاف کچھ نعرے لگائے، تو قادیانی سورماؤں کو برداشت نہ ہوا، بہر حال کالج کے نوجوان تھے اور کالج کے نوجوان کیسے ہوتے ہیں؟ آپ جانتے ہیں، جیسا کہ اقبال نے کہا ہے:

شیخ صاحب بھی تو پردے کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے اُن سے بدظن ہو گئے!
وعظ میں فرما دیا تھا آپ نے کل صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو؟ جب مرد ہی زن ہو گئے!

تو کالج کے لڑکوں سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہے، بہر حال جب چناب ایکسپریس ربوہ سے گزری تو انہوں نے کچھ نعرے لگا دیئے، چونکہ یہ لڑکے ٹور اور سیر سپاٹے کے لئے سرحد کے علاقے کی طرف جا رہے تھے، شاید اس وقت تو قادیانیوں کو سوچ نہ آئی یا انہیں انتقامی کارروائی کا موقع ہی نہیں ملا، مگر بعد میں انہوں نے سوچا اور منصوبہ بنایا کہ جب یہ واپس آئیں تو ان کی پٹائی کر دو، جب یہ نوجوان طلبہ اور لڑکے واپس آئے تو چونکہ ان کو کچھ پتہ نہیں تھا، اس لئے انہوں نے اپنے مزاج کے مطابق پھر نعرے لگائے، تو یہ مرزا طاہر جو آج قادیانیوں کا امام ہے، اس وقت غنڈوں کا امام تھا، اس کی قیادت میں ان نہتے اور

معصوم طلبہ پر ہلہ بول دیا گیا، ان کی پٹائی کی گئی، اور ان کو لہولہان کر دیا گیا، حالانکہ وہ چند نوجوان تھے، بس شور کرتے، نعرے لگاتے اور گزر جاتے، آخر پہلے بھی گزر ہی گئے تھے، اس سے قادیانیوں کا کیا بگڑتا؟ لیکن ربوہ کا غرور اس وقت ایسا تھا کہ یہاں چڑیا بھی پَر نہیں مار سکتی تھی، یہ ان کی فرعونیت کے لئے ناقابلِ برداشت تھا، اس لئے قادیانیوں نے ان معصوم بچوں کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔

اسمبلی کی طرف سے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ، ایک کٹھن مرحلہ:

یہ قصہ ہے ۲۹ مئی ۱۹۷۴ء کا، اور ۷ ستمبر کو ذوالفقار علی بھٹو صاحب کی اسمبلی نے فیصلہ کیا، وہ ہوشیار آدمی تھا....

خیر! اس نے پوری قومی اسمبلی کو ایک جج اور عدالت کی حیثیت دے دی، اور کہا کہ میں اکیلا فیصلہ نہیں کر سکتا، قومی اسمبلی فیصلہ کرے، اس کی حیثیت جج کی ہے، دوسری طرف ارکانِ اسمبلی کا حال یہ تھا کہ شاہ احمد نورانیؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹکؒ اور مولانا ظفر احمد انصاریؒ جیسے چند علماء یا دو چار اس قسم کے اور مولانا حضرات تھے، اس کے علاوہ ساڑھے تین سو ممبروں کی اسمبلی کے ارکان سارے کے سارے جدید تعلیم یافتہ، انگریزی خواندہ، وکیل اور بیرسٹر وغیرہ تھے، جن کی ساری کی ساری ہمدردیاں مولویوں کے بجائے قادیانیوں کے ساتھ تھیں، بلاشبہ یہ مرحلہ علماء کے لئے نہایت کٹھن اور مشکل تھا کہ ایسے لوگوں سے قادیانیوں کے کفر کا فیصلہ کرانا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا، بہرحال بالآخر ۱۲ دن تک قادیانیوں کو اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دی گئی، چنانچہ مرزا طاہر کے بڑے بھائی، مرزا ناصر نے ۱۲ دن تک اپنا موقف پیش کیا، اس کے علاوہ دو دن تک لاہوری جماعت کے اس وقت کے بڑے لیڈر کو اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دی گئی، اٹارنی جنرل اس وقت یحییٰ بختیار تھا، اس وقت وہی سوالات کرتا تھا، اور وہی جرح کرتا تھا، جب ۱۲ دن کی جرح مکمل ہوگئی، تو مسئلہ پوری اسمبلی۔۔۔ جو اس وقت عدالت کا رُوپ دھار چکی تھی۔۔۔ کے سامنے اور اس کے ۳۵۰ ججوں کے سامنے نکھر کر آچکا تھا، میں علمی ذوق والے دوستوں سے کہتا ہوں کہ الحمدللہ! مجلس تحفظِ ختم نبوّت نے یہ پوری کاروائی کتابی شکل میں چھاپ دی ہے، اب تک یہ خفیہ تھی.... لیکن الحمدللہ! وہ کاروائی منظرِ عام پر آگئی ہے، جو حضرات اس پوری کاروائی کو، اور مرزا ناصر کی جرح کو اور دوسرے لوگوں کی جرح کو، دیکھنا چاہیں وہ یہ کتاب خرید لیں، ہمارے عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوّت کے دفتر سے مل جائے گی۔

قادیانیت کے کفر کا فیصلہ مُلّا کا نہیں، اسمبلی کا ہے:

مختصر یہ کہ ۱۲ دن کی جرح کے بعد پوری قومی اسمبلی نے فیصلہ دیا کہ مرزائی غیر مسلم ہیں، اسلام کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں، چلو جی اب تو مُلّا کا مسئلہ نکال لو، پہلے تو تم کہتے تھے کہ یہ مُلّا کا مسئلہ ہے، اور مُلّا مولوی جس کو چاہتے ہیں کافر بنا دیتے ہیں، یہاں اسمبلی میں تو سارے مُلّا نہیں تھے، دو چار کے علاوہ سارے ہی جدید تعلیم یافتہ تھے، اب تو تمہیں اپنے آپ کو کافر اور غیر مسلم تسلیم کر لینا چاہیے۔

ایمان و کفر کا فیصلہ اقوال وافعال سے:

مگر اب انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ کسی اسمبلی کو کیا حق پہنچتا ہے کہ کسی کے ایمان و کفر کا فیصلہ کرے؟ بھائی! ایمان تو اندر کی چیز ہے، میرے اندر کیا ہے، آپ کو کیا معلوم؟ آپ کے اندر کیا ہے، مجھے کیا معلوم؟ لیکن اقوال اور افعال بھی تو کوئی چیز ہیں ناں؟ تمہاری زبان سے جو بول اور قلم سے جو لفظ نکلے ہیں، ان کو دیکھا جائے گا کہ نہیں؟ پھر یہ کہ ان الفاظ و کلمات سے آدمی مسلمان رہتا ہے یا کافر ہو جاتا ہے، اور یہ الفاظ و کلمات مسلمانوں کے ہیں یا کافروں کے؟ ارکانِ اسمبلی نے بھی یہی دیکھا اور انہوں نے فیصلہ کر دیا کہ ایسے کلمات و معتقدات کے لوگ مسلمان نہیں بلکہ کافر ہیں۔

کیا خیال ہے جب تم داورِ محشر کے سامنے پیش ہوگے تو اس وقت بھی تم یہی کہو گے کہ آپ کو کیا حق پہنچتا ہے ہمارے کفر کا فیصلہ کرنے کا؟

۱۸۴ ملکوں کے نمائندے بھی مُلّا تھے؟:

میں کہتا ہوں علماء نے تمہارے خلاف کفر کا فتویٰ دیا، ٹھیک ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ایک سو چراسی ملکوں کی جماعتیں اور نمائندے جدہ سعودی عرب میں موجود تھے، انہوں نے آخر تمہارے کفر کا فتویٰ اور فیصلہ کیوں دیا؟ کیا وہ بھی سارے مُلّا تھے؟ اس کو کیوں نہیں مانتے؟ قومی اسمبلی کے ساڑھے تین سو ممبروں نے تمہارے خلاف فیصلہ دیا، لیکن اب بھی تم ماننے کے لئے تیار نہیں۔

یہ مان لو کہ تمہارا اسلام سے تعلق نہیں:

ہماری تم سے کوئی لڑائی نہیں، صرف اتنی سی گزارش ہے کہ تم یہ مان لو اور کہو کہ ہمارا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں، تم اپنے مذہب کی

بات کرو، ہم تم سے تعرض نہیں کریں گے۔

اسلام کا لبادہ چھوڑ دو:

ہاں! البتہ اتنی گزارش ضرور کریں گے کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کو دھوکا دینا بند کردو، بابیوں نے بھی دعوے کئے، بہائیوں نے بھی دعوے کئے، مہدویوں نے بھی دعوے کئے، لیکن انہوں نے اسلام سے اپنا تعلق توڑ دیا، ہماری صرف اتنی ہی گزارش ہے کہ یہ منافقت چھوڑ دو، کفر بھی اور اس پر اسلام کا لبادہ بھی، یہ نہیں چلے گا، فارسی کا مصرعہ ہے:

درکفر مخلص نئی زنار را رُسوا مکن

تم کفر میں بھی مخلص نہیں ہو، تو زنار کو رُسوا نہ کرو، تم اسلام میں تو کیا مخلص ہوتے، کفر میں بھی مخلص نہیں ہو، زنار کو رُسوا نہیں کرو۔

(تحفۂ قادیانیت، ج: چہارم، ص: ۴۶۱)

مولانا یار محمد عابدؒ، احمد پور شرقیہ

مولانا یار محمد عابدؒ ملک کے نامور صاحبِ طرز خطیب تھے۔ آپ نے بنیادی تعلیم جامعہ انواریہ طاہر والی بہاولپور سے حاصل کی، جبکہ دورۂ حدیث شریف جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا۔ تعلیم سے فراغت کے بعد میدانِ خطابت میں قدم رکھا۔ خطیب پاکستان مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کا طوطی بولتا تھا۔ نوجوان خطباء اکثر ان کے خوشہ چیں تھے، اور ان کی نقل وخطابت کا عمدہ معیار تصور کیا جاتا تھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کسی زمانہ میں جمعیت علمائے اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ تھے تو ان کی خوشہ چینی کرنے والے نوجوان خطباء جمعیت علمائے اسلام کا حصہ شمار ہوتے۔ جمعیت علمائے اسلام ہزاروی اور درخواستی گروپوں میں تقسیم ہوئی۔ مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ ہزاروی گروپ میں چلے گئے۔ ہزارویؒ گروپ پیپلز پارٹی کی بی ٹیم شمار ہوتا تھا۔ مرحوم ومغفور نے ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ میں کفن پہن کر پاکستان قومی اتحاد کے جلوس کی فیصل آباد میں قیادت کی اور ہزارویؒ گروپ چھوڑ کر تنظیم اہلسنت پاکستان میں آگئے اور اس کے ناظم اعلیٰ بنادیے گئے تو مولانا یار محمد عابدؒ سمیت نوجوان خطباء تنظیم اہلسنت کے پلیٹ فارم سے چہچہانے لگے، اور وہ زمانہ تنظیم اہلسنت کے عروج کا زمانہ تھا۔ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، مولانا علامہ عبدالستار تونسویؒ، مولانا عبدالعزیز بھٹیؒ، مولانا سید عبدالکریم شاہؒ، مولانا عبدالشکور دین پوریؒ اور مولانا عبدالمجید ندیمؒ سمیت تنظیم اہلسنت کے مرکزی مبلغین تھے۔ قیادت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ، حضرت علامہ عبدالستار تونسویؒ، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ فرمارہے تھے۔ جناب ذوالفقار علی بھٹو کے زمانہ میں تنظیم اہلسنت کی کوکھ سے مجلس تحفظ حقوق اہلسنت نے جنم لیا۔ مولانا عبدالشکور دین پوریؒ صدر مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہؒ جنرل سیکریٹری بنائے گئے تو کئی ایک نوجوان خطباء اس میں شامل ہوگئے۔ پھر اس کی کوکھ سے ''مجلس علماء اہلسنت'' نے جنم لیا۔ حضرت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ صدر اور ہمارے مولانا عبدالغفور حقانی مدظلہ ناظم اعلیٰ بنائے گئے۔ مولانا عبدالشکور دین پوریؒ کے بعد مولانا شفیق الرحمٰن درخواستیؒ، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی مدظلہ یکے بعد دیگرے صدر بنائے گئے۔ مولانا یار محمد عابدؒ نائب صدر چلے آرہے تھے، موصوف ملک بھر میں بالعموم بہاولپور ضلع میں بالخصوص توحید وسنت کی اشاعت اور دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ ان کے خطاب سے زندہ اور مردہ بیک وقت دونوں مستفید ہورہے تھے۔ علاقہ بھر میں ایصالِ ثواب کی محافل و مجالس میں موثر خطاب فرماتے۔ ان سے ۱۹۸۰ء سے یاد اللہ وابستہ چلی آرہی تھی، مجلس کے پروگراموں میں شرکت باعث سعادت سمجھتے۔ دیہاتی علاقوں میں سرائیکی زبان کے مقبول خطیب تھے، اللہ پاک نے انہیں دو بیٹوں سے سرفراز فرمایا، ان کے ایک فرزندار جمند مولانا زبیر عابد جامعہ عبداللہ ابن مسعود خان پور کے فاضل ہیں، جبکہ مولانا محمد خالد عابد جامعہ باب العلوم کہروڑپکا کے فاضل اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سرگودھا میں مبلغ ہیں، موخر الذکر بھی اپنے والد محترم کی طرح صاحب طرز اور گھن گرج والے خطیب ہیں۔ چند سال پہلے مولانا پر فالج کا حملہ ہوا، کچھ ٹھیک ہوگئے تو دعوت وتبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا۔ بیماری اور علاج معالجہ برابر جاری رہے۔ دو چار دن سے طبیعت مائل الی اللہ تھی کہ عیدالاضحیٰ کے روز شام کو قربانی کرتے کرتے خود قربان ہوگئے اور ۱۰؍ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ کی شام کو انتقال فرمایا اور اگلے روز ۱۱؍ذوالحجہ مطابق ۳۰؍جون ۲۰۲۳ء کو صبح نو بجے ان کے آبائی علاقہ میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ جنازہ میں شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا، مولانا حافظ محمد انس، محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ کے فرزندان گرامی مولانا زاہد محمود قاسمی، علامہ خالد محمود قاسمی، مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی، مولانا عبدالکریم ندیم اور علاقہ کے سینکڑوں علمائے کرام سمیت ہزاروں مسلمانوں نے شدید حبس اور گرمی کے باوجود شرکت کی۔ علمائے کرام کے فیصلہ کے مطابق جنازہ کی امامت ان کے فرزندار جمند مبلغ ختم نبوت مولانا خالد عابد سلمہ نے کی اور انہیں آبائی علاقہ کے قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کیا گیا۔ شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا، حافظ محمد انس سلمہ تدفین تک قبرستان میں رہے، آخری دعا مولانا سید عطاء اللہ شاہ ثالث نے کرائی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے

دعوتی وتبلیغی اسفار

جمعۃ المبارک کا خطبہ: ۲۸؍جولائی جمعۃ المبارک کا خطبہ جامع مسجد فاروقیہ چوک سرورشہید میں دیا۔ جامع مسجد کے بانی مولانا قاری خدا بخش مدظلہ ہیں۔ جنہوں نے تیس سال سے زائد جامعہ قاسمیہ شرف الاسلام چوک سرورشہید (چوک منڈا) میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ جامعہ کے بانی حضرت مولانا عبدالمجید فاروقیؒ تھے۔ حضرت قاری صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی یونٹ کے امیر ہیں۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا قاری عزیزالرحمٰن متحرک جماعتی نوجوان ہیں۔

دارالعلوم صراط الجنۃ: کوٹ ابراہیم نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ کے بانی مولانا مفتی اکرام الحق مدظلہ ہیں۔ مدرسہ کا سنگ بنیاد ۲۰۱۱ء میں رکھا گیا۔ مدرسہ میں تعداد طلبا ۱۵۰ ہے۔ جن میں سے ۶۰ مسافر ہیں۔ گیارہ اساتذۂ کرام اور معلمات کی نگرانی میں طلبا و طالبات تعلیم و تربیت حاصل کر رہے ہیں۔ ۳۰؍جولائی کو عصر کی نماز کے بعد چند منٹ بیان کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ بانی و مہتمم دارالعلوم کبیروالا کے فاضل ہیں۔

نارنگ منڈی میں ختم نبوت کانفرنس: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کے اجلاس منعقدہ ۹؍جولائی ۲۰۲۳ء میں فیصلہ کیا گیا کہ ملک بھر میں تحصیل ہیڈکوارٹر میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کی جائیں۔ چنانچہ ۳۰؍جولائی مغرب کی نماز کے بعد جامع مسجد شیخاں نارنگ منڈی میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس مولانا فدا محمد کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ تلاوت مقامی احباب نے کی جبکہ حمد و نعت فاروق آباد سے تشریف لائے ہوئے جناب حسن معاویہ نے پیش کی۔ اسٹیج سیکریٹری کے فرائض ضلعی مبلغ مولانا فضل الرحمٰن منگلا نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنما مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی اور عارف والا سے تشریف لائے ہوئے فاضل نوجوان مولانا رضوان العزیز نے خطاب کیا۔ مبلغین نے اپنے خطاب میں عقیدہ ختم نبوت کی عظمت وحقانیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت دین اسلام کی بنیاد ہے۔ اس عقیدہ پر غیر مشروط طور پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان مسلمان نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے کہا کہ ہر مسلمان اپنے بچوں کو اس عقیدہ کی اہمیت ذہن نشین کرائے۔ نیز انہوں نے کہا کہ قرآن پاک کی توہین کرنے والے خود مٹ جائیں گے۔ اس پر مسلمانانِ عالم کا فرض ہے کہ وہ اپنی حکومتوں کو سویڈن اور ایسے ہی گستاخ ممالک کے ساتھ مکمل بائیکاٹ کے لئے دباؤ ڈالیں۔

لاہور کا چار روزہ دورہ: نارنگ منڈی کانفرنس سے فراغت کے بعد رات کو سفر کر کے لاہور دفتر پہنچے، جہاں لاہور مجلس کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس (منعقدہ ۶؍ستمبر ۲۰۲۳ء ہاکی گراؤنڈ وحدت روڈ) کے سلسلہ میں مقامی رابطہ کمیٹی کے اراکین مولانا مفتی عبدالواحد قریشی، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی، پیر رضوان نفیس، مولانا خالد محمود، مولانا عبدالنعیم سے ملاقات ہوئی۔ چنانچہ رابطہ کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق ۱۳؍جولائی جامع مسجد بسم اللہ شادی پورہ داروغہ والا لاہور میں نماز عصر کے بعد بیان ہوا۔ جامع مسجد کے خطیب ہمارے بہت ہی اچھے جماعتی رفیق مولانا خالد محمود ہیں۔ مسجد تو کافی عرصہ پہلے بنائی گئی، لیکن مولانا خالد محمود مدظلہ کے ادارۃ الفرقان شادی پورہ نے اس کا نظم ۲۰۰۳ء میں سنبھالا۔ مسجد میں قائم مدرسہ میں ۳۰ مسافر طلبا کے علاوہ کئی ایک مقامی طلبا بھی زیر تعلیم ہیں۔ قاری محمد الطاف تونسوی معلمی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ ادارۃ الفرقان کے ناظم مولانا محمد سعید وقار کی معیت و رفاقت میں پروگرام ہوا اور ایسے ہی موصوف کی نگرانی میں مغرب کی نماز کے بعد جامع مسجد مہر دین شادی پورہ میں بیان ہوا، جس میں ایک سو سے زائد نمازیوں نے شرکت کی۔

جامع مسجد نور داروغہ والا چوک میں بیان: جامع مسجد نور کے بانی سلسلۂ

نقشبندیہ اویسیہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا اللہ یار خان چکڑالویؒ کے خلیفہ مجاز مولانا فضل حسین اویسیؒ تھے۔ مسجد نور مارچ ۱۹۷۸ء میں مکمل ہوئی، جبکہ بانی مسجد مولانا فضل حسین اویسیؒ اگست ۱۹۷۸ء میں انتقال فرما گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند مولانا فضل الرحمٰن ان کے جانشین بنے۔ موصوف ابوظہبی چلے گئے تو موصوف کے فرزند مولانا محمد طلحہ نے مسجد کا نظم سنبھالا جو جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل ہیں۔ ۲۰۰۱ء سے مسجد کا نظم سنبھالے ہوئے ہیں۔ مسجد کے ساتھ مدرسہ بھی ہے۔ جس میں حفظ وناظرہ اور تجوید کی کلاس ہوتی ہے۔ بچیوں کے لے مکتب بھی قائم ہے۔ وقتاً فوقتاً مختلف عنوانات پر کورسز بھی منعقد ہوتے ہیں ۔ مولانا محمد سعید وقار کی معرفت عشاء کی نماز کے بعد بیان ہوا، جس میں درجنوں مسلمانوں نے شرکت کی۔

جامع مسجد ہارون اسلامیہ پارک: اسلامیہ پارک میں روافض کی کثرت ہے۔ مولانا قاری بدرالدین مدظلہ جامع مسجد ہارون کے خطیب ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا مفتی محمد عقیل مدظلہ جامعہ اشرفیہ کے قدیم فضلاء میں سے ہیں۔ شیخین حضرت مولانا رسول خانؒ جو استاذ الکل کے نام سے مشہور ہیں۔ دارالعلوم دیوبند میں استاذ رہے (حضرت مفتی اعظم مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا عبدالحقؒ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک جیسے عظیم شیوخ حدیث آپ کے شاگرد ہیں)۔ مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے عظیم اساتذۂ کرام سے درس حدیث لیا۔ جامعہ فریدیہ کے نام سے ادارہ چلا رہے ہیں۔ جہاں دورۂ حدیث شریف تک اسباق ہوتے ہیں۔ ان حضرات کی سرپرستی میں پروگرام ہوا۔ مولانا عبدالنعیم اور قاری عبدالعزیز مدظلہ کی معیت حاصل رہی۔

جامعہ خالد ابن ولید: چمن کالونی جیا موسیٰ لاہور میں عصر کی نماز سے پہلے جامعہ کے طلبا اور اساتذۂ کرام سے بیان کی سعادت نصیب ہوئی۔ حافظ محمد کاشف مہتمم وبانی ہیں۔ جامع مسجد قبا محبوب پارک جیا موسیٰ کے بانی جناب منیر احمد ہیں، جبکہ امامت کے فرائض مولانا ریاض احمد چترالی سرانجام دے رہے ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت پر بیان ہوا۔ مذکورہ بالا دونوں پروگراموں میں مولانا سید جنید بخاری کی معیت حاصل رہی۔

جامع مسجد علی المرتضیٰ شاہدرہ ٹاؤن: مسجد کے بانی مولانا قاری محمد حسین ہیں۔ اس کا سنگ بنیاد استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جانؒ نے ۲۰۰۸ء میں رکھا۔

قاری محمد حسین مدظلہ نے مسجد کے قریب بنین وبنات کا مدرسہ بھی قائم کیا ہوا ہے۔ بنین وبنات میں بارہ معلمین ومعلمات تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ تقریباً ۳۰۰ طلبا وطالبات زیر تعلیم ہیں۔ مسجد کے بالمقابل قادیانیوں کے مربی کی رہائش گاہ تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغین کی آمدورفت کی برکت سے قادیانی مربی راہ فرار اختیار کر چکا ہے۔ ۲؍اگست مغرب کی نماز کے بعد قادیانی عقائد پر بیان ہوا۔ سید جنید بخاری سلمہ کی رفاقت حاصل رہی۔

جامع مسجد قاسمی: جامع مسجد کی بنیاد ۱۳۶۸ھ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں بانی، مہتمم، شیخ الحدیث جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور نے رکھی۔ جبکہ ۱۳۷۱ھ میں مدرسہ شروع کیا گیا۔ جامع مسجد قاسمی اہل حق کا عظیم مرکز ہے، یہاں مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ، حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ، جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ، خطیب اسلام مولانا محمد اجمل خانؒ سمیت کبار علمائے کرام، مشائخ عظام تشریف لائے۔ راقم نے کئی مرتبہ جمعۃ المبارک کا خطبہ دیا۔ صوفی سراج احمد اس کے منتظم رہے۔ اس عظیم جامع مسجد میں بڑے بڑے علمائے کرام خطیب رہے۔ آج کل ہمارے بہت ہی اچھے دوست قاری نذیر احمدؒ خطیب الحمد کالونی لاہور کے فرزند نسبتی مولانا شبیر احمد عثمانی مدظلہ ہیں۔ ۲؍اگست مغرب کی نماز کے بعد بیان ہوا۔ جس میں سینکڑوں حضرات نے شرکت کی۔ اس پروگرام کا اہتمام بھی مولانا سید جنید بخاری سلمہ کی وساطت سے ہوا۔ لاہور کے تمام پروگرام ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے تاریخ ساز فیصلہ جس میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا کی یاد میں ۶؍ستمبر ۲۰۲۳ء کو ہاکی اسٹیڈیم وحدت روڈ لاہور میں منعقد ہونے والی کانفرنس کی دعوت کے سلسلہ میں تھے۔ اللہ پاک کانفرنس کو کامیابی سے ہمکنار فرمائیں۔

(جاری ہے)

خبروں پر ایک نظر

تحفظ ختم نبوت کی بہاریں

رپورٹ:...... مولانا محمد رضوان قاسمی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے زیر اہتمام ضلع شرقی میں علمائے کرام کے اجلاس، دروسِ ختم نبوت، سہ روزہ کورسوں اور عشرہ ختم نبوت کی ترتیب شامل رہی۔

یکم اگست: سبزی منڈی کے علماء کا اجلاس ہوا، علاقہ میں جماعتی کام کو فروغ دینے پر مشاورت ہوئی۔ شہر کی معروف دینی درسگاہ جامعہ اشرف المدارس میں سہ روزہ کورس برائے بنات منعقد ہوا۔ ۳۰۰ سے زائد مستورات بھی کورس میں شامل ہوئیں۔

۳/اگست: حلقہ ایڈمن سوسائٹی میں حضرات ائمہ وعلمائے کرام کا ماہانہ مشاورتی اجلاس ہوا۔

۵/اگست: حلقہ جمشید ٹاؤن کے آٹھ مدارس میں دورہ کیا گیا۔ مدارس کے ذمہ داران سے خصوصی ملاقات اور جماعتی کارگزاری سے آگاہ کرنا اوران حضرات کی دعاؤں کو اس مبارک کام میں شامل کرنا تھا۔ الحمدللہ! تمام حضرات نے انتہائی محبت وشفقت کا معاملہ فرمایا اور جماعتی کام پر تسلی واطمینان کا اظہار کیا۔

۷/اگست: حلقہ جمشید ٹاؤن کے ذمہ دارانِ مدارس کا اہم اجلاس معہد الخلیل الاسلامی بہادر آباد میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد اوکاڑوی مدظلہ نے فرمائی۔ اجلاس میں ان امور پر مشارت ہوئی: ایک روزہ تحفظ ختم نبوت تربیتی نشست برائے مدارس، سالانہ مسابقہ ختم نبوت بین المدارس، عشرۂ ختم نبوت کے دروس، سالانہ ختم نبوت کانفرنس ضلع شرقی۔ الحمدللہ! تمام حضرات نے دل و جان سے تمام امور کی تائید فرما کر مکمل تعاون کی یقین دہانی کرائی۔

۸/اگست: حلقہ چنیسر گوٹھ، پی ای سی ایچ سوسائٹی کے علما و ائمہ کرام کا اہم اجلاس جامعۃ السعید میں ہوا، راقم نے ابتدائی گفتگو کی اور قادیانیت کا تعاقب اور جماعتی سرگرمیوں سے حضرات کو آگاہ کیا۔ اجلاس کا اختتام مفتی محمد الیاس استاذ جامعۃ العلوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کی دعا پر ہوا۔

مدرسہ ابراہیم اسلامیہ ملک سوسائٹی میں اندرونِ سندھ سے تشریف لائے ہوئے مکاتب قرآنیہ کے معلمین سے راقم نے عقیدہ ختم نبوت کے موضوع پر بات کی۔ یہ پہلی نشست تھی، اس کے بعد مزید تین نشستوں کا اہتمام کیا گیا۔ ادارہ کے ذمہ دار مولانا محمد عمران عثمان مدظلہ ہیں، جو کئی خوبیوں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

۸/اگست: حلقہ اسکاؤٹ کالونی کے علمائے کرام کا بھرپور اجلاس بلال مسجد میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت حضرت مولانا قاضی احسان احمد مدظلہ نے فرمائی۔ مولانا عبدالسمیع سلمہ اس حلقہ کے انتہائی مخلص ومحنتی ذمہ دار ہیں۔ اجلاس میں قاضی صاحب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ فتنۂ قادیانیت کا تعاقب کرنے میں منبر و محراب کا اہم کردار ہے، جس سے اللہ رب العزت نے آپ حضرات کو نواز رکھا ہے، فتنہ کی سرکوبی کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دست و باز بن جایئے۔

۱۱/اگست: حلقہ احسن آباد کے علمائے کرام کا مشاورتی اجلاس الصادق مسجد میں ہوا۔ راقم نے اجلاس میں موجود حضرات علمائے کرام سے گزارش کی کہ قادیانی فتنے کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے حلقۂ احباب کے ایمان کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔ اپنے خطباتِ جمعہ اور دروس کے اجتماع میں کتاب الفتن کی حدیثوں پر ضرور بات کرنی چاہئے۔

۱۲/اگست: بعد نماز عصر حلقہ صفورہ گوٹھ گلستانِ جوہر کے علما کا مشاورتی اجلاس رحمانیہ مسجد میں منعقد ہوا۔ راقم نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے اکابرین نے اس عقیدہ کا تحفظ ترجیحی بنیادوں پر کیا۔ ہمیں بھی اپنے اکابر کی طرح خود بھی کردار ادا کرنا چاہئے اور اپنے متعلقین کو بھی متوجہ کرنا چاہئے۔

۱۴/اگست: بعد نماز مغرب مدرسہ زہرہ مجید میں حلقہ ایڈمن سوسائٹی کے احباب سے جماعتی کام کے حوالہ سے مشاورت ہوئی، کئی اہم امور طے پائے۔

۱۸/اگست: بعد نماز مغرب تا عشاء

مبارک مسجد رضوان سوسائٹی حلقہ گلستان جوہر میں سہ روزہ کورس منعقد ہوا، مولانا محمد عادل غنی، راقم اور مولانا عبیدالرحمٰن کے لیکچر ہوئے۔ بعدازاں پرانی سبزی منڈی مدرسہ ترتیل القرآن رحمانیہ مسجد میں حلقہ کے علمائے کرام اور ائمہ حضرات کا بھرپور اجلاس ہوا۔ اجلاس کی صدارت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے کی۔ راقم نے کام کے حوالہ سے ابتدائی گفتگو کی۔ عشرۂ ختم نبوت کے حوالے سے مساجد میں دروس ختم نبوت کی ترتیب قائم کی گئی۔ بعد نماز عشا حلقہ بلوچ کالونی کے علمائے کرام، ذمہ داران اور تاجر حضرات کی تربیتی نشست منعقد ہوئی، کثیر تعداد میں احباب شریک ہوئے، راقم نے تمام حضرات سے درخواست کی کہ اپنی تمام مصروفیات کے ساتھ ساتھ روزانہ کی بنیاد پر اس کام کے لئے وقت نکالا کریں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقت نکالنا آپ کے لئے ہر لحاظ سے باعث برکت ہوگا۔

۱۹/اگست: جامع مسجد حسان بن ثابت اور مبارک مسجد گلستان جوہر میں راقم کا درس ہوا۔ راقم نے حیات عیسیٰ علیہ السلام کے عنوان پر سوا گھنٹا گفتگو کی اور اس عقیدہ کے حوالے سے باطل فرقوں کے نظریات سے سامعین کو خبردار کیا۔

۲۰/اگست: صبح گیارہ بجے شایان لان بلوچ کالونی میں سہ ماہی تحفظ ختم نبوت سیمینار منعقد ہوا، سیمینار کا آغاز قاری محمد یوسف کی تلاوت سے ہوا۔ حمد ونعت مولانا محمد شاہ رخ نے پیش کی۔ ضلع ملیر کے مبلغ ختم نبوت مولانا محمد اسحاق مصطفیٰ نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ تکمیل ایمان کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کامل محبت ضروری ہے۔ اس محبت رسول کے حصول کے لئے حضرات صحابہ کرامؓ نے اپنا سب کچھ قربان کیا اور اس قربانی کو اپنی سعادت سمجھا، سیمینار کے مہمان خصوصی حضرت مولانا ڈاکٹر محمد اسماعیل عارفی مدظلہ نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ہر طبقہ اور شعبہ سے وابستہ افراد کے لئے مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اب قیامت تک اسی شریعت و رسالت کے ساتھ وابستگی نجات کا ذریعہ ہے۔ مرزائیت کسی مذہب کا نام نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت و دشمنی کا نام ہے۔ اس فتنہ سے آگاہ کرنا اور امت کے ایمان کی حفاظت کرنا اور اس مبارک محنت میں شامل ہونا انتہائی سعادت اور خوش بختی ہے۔ سیمینار کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر حضرت مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ مدظلہ نے فرمائی۔ سیمینار کا اختتام مولانا مفتی محمد سلمان یاسین مدظلہ کے اختتامی کلمات اور دعا پر ہوا۔ خواتین و حضرات کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔

۲۱/اگست: بعد نماز مغرب محمدی فرنیچر مارکیٹ کے تاجر حضرات سے خصوصی ملاقات ہوئی، تاجر حضرات نے ۳/ستمبر کو ہونے والی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس میں مکمل تعاون کی یقین دہانی کروائی۔ ملاقات میں مولانا محمد طیب عثمانی، مفتی ولی اللہ، صدر فرنیچر مارکیٹ چوہدری ذیشان گجر، چوہدری محمد طارق، عبدالمالک اور دیگر تاجر حضرات نے شرکت کی۔ ☆☆

بٹگرام میں سہ روزہ دروسِ ختم نبوت

رپورٹ:..... مولوی نظام الدین

صوبائی مبلغ خیبر پختونخوا مولانا عابد کمال حقانی صاحب 16، 17، 18 اگست کو بٹگرام میں تشریف لائے۔ اس سہ روزہ تبلیغی دورے کے دوران مختلف مقامات پر دروس ختم نبوت دیئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

پہلا درس ختم نبوت: دارالعلوم کوثر القرآن ویگن اڈہ مین بازار بٹگرام میں صبح ساڑھے گیارہ بجے ہوا، جس میں تقریباً 600 طلبا اور اساتذہ کرام نے شرکت کی۔ درس ختم نبوت میں آپ نے مجاہدین ختم نبوت کی تاریخی اور بے مثال قربانیوں کا تذکرہ کیا۔ یہ درس زیر انتظام مہتمم مدرسہ ہذا شیخ الحدیث مولانا فریدالدین صاحب منعقد ہوا۔

دوسرا درس: بعد نماز ظہر جامع مسجد ابوبکر صدیق مین بازار بٹگرام میں دیا، جس کی صدارت مولانا نجم الدین صاحب خطیب مسجد ہذا امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بٹگرام نے کی۔

تیسرا درس: سہ پہر تین بجے دارالعلوم بٹگرام میں ہوا، جس میں مولانا عابد کمال صاحب نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور فضیلت پر روشنی ڈالی۔ اس درس میں تقریباً تمام ضلعی رہنما عالمی مجلس بٹگرام شریک ہوئے۔ یہ پروگرام مفتی بخت منیر صاحب کی نگرانی ہوا۔ آخر میں سوال و جواب کی مختصر نشست ہوئی۔

چوتھا درس: بروز بدھ بعد نماز عصر تا مغرب مدرسہ تعلیم القرآن گیٹو پیزہ چھپر گودام،

زیر انتظام مولانا تاج الرحمٰن صاحب منعقد ہوا۔ ضلعی ناظم عمومی مفتی حامد حقانی صاحب کے مختصر بیان کے بعد مولانا عابد کمال صاحب نے تقریباً ایک گھنٹہ درس دیا۔ عوام الناس کے علاوہ کثیر تعداد میں علماء کرام نے بھی شرکت کی۔

پانچواں درس: بعد نماز عشاء مین جامع مسجد پھگوڑہ زیر انتظام نائب ناظم بٹگرام مولانا غلام ربی صاحب، مولانا طیب صاحب خطیب جامع مسجد ہذا منعقد ہوا۔ یہاں مولانا مدظلہ نے قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر تفصیلی بیان کیا، ویلج کونسل پھگوڑہ کے جملہ ذمہ داران کے علاوہ علماء کرام شریک درس ہوئے۔

بروز جمعرات 17 اگست مختلف مقامات پر دروس ختم نبوت منعقد ہوئے:

پہلا درس: صبح نو بجے مدرسہ جامعہ فریدیہ میں زیر نگرانی مولانا محفوظ الحق صاحب ہوا، جبکہ دوسرا درس ساڑھے نو بجے جامعہ دارالاسلام میں ہوا، جس میں جامعہ کے طلبا اور اساتذہ کرام نے بھرپور شرکت کی۔ اسی طرح تیسرا درس صبح دس بجے مدرسہ اشاعت الاسلام کس پل میں سابق ایم این اے شیخ الحدیث حضرت مولانا قاری محمد یوسف کی سرپرستی میں ہوا، مدرسہ ہذا کے جملہ طلباء واساتذہ کرام نے شرکت کی۔ چوتھا درس بعد نماز ظہر مکی مسجد ڈاک بنگلہ تھاکوٹ میں یونین کونسل کے نگران مفتی ثناء الرحمٰن صاحب کے ہاں منعقد ہوا، مولانا موصوف کے بیان کے بعد امیر بٹگرام مولانا نجم الدین صاحب نے بھی مفصل بیان فرمایا۔ پانچواں درس سہ پہر چار بجے جامعہ زکریا دوراہا بٹگرام میں زیر نگرانی نائب امیر مجلس بٹگرام مولانا قاری اسرائیل صاحب منعقد ہوا، مولانا مدظلہ نے طلبا و اساتذہ کرام کے بھرپور اجتماع سے عقیدہ ختم نبوت پر بیان کیا۔ آخر میں امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بٹگرام نے منکرین ختم نبوت کے معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ پر زور دیا۔ چھٹا درس جامع مسجد مدنی برپاو ویلج کونسل اجمیرہ میں مفتی شاہ خالد صاحب کے ہاں ہوا، یہاں بھی مولانا موصوف نے مفصل و مدلل درس ختم نبوت دیا۔ مولانا نجم الدین نے بھی منکرین ختم نبوت کے خلاف قرارداد پیش کی اور معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ کی ترغیب دی۔

18/اگست بروز جمعہ: پہلا درس صبح ساڑھے سات بجے ہائی اسکول مین بازار بٹگرام میں پرنسپل ادارہ ہذا کی اجازت سے منعقد ہوا قاری مجیب الرحمان صاحب ترجمان ختم نبوت بٹگرام، امیر بٹگرام مولانا نجم الدین و نائب امیر بٹگرام مولانا اسرائیل صاحب، مفتی شاہ خالد و دیگر حضرات نے بھی شرکت کی۔ درس ختم نبوت کے بعد سوالات کے درست جوابات دینے پر طلباء میں انعامات بھی تقسیم کئے۔ دوسرا درس جامع مسجد پائمال شریف میں ہوا، مولانا عابد کمال صاحب نے خطبہ جمعہ میں مفصل عقیدہ ختم نبوت، اور اسکی ضرورت واہمیت، قادیانیت کے دجل و فریب، منکرین ختم نبوت کا معاشی ومعاشرتی بائیکاٹ پر بیان کیا۔ یونین کونسل پائمال کے نگران مولانا عبدالماجد صاحب اور جملہ ذمہ داران UC پائمال بھی موجود تھے، ضلعی ناظم نشرواشاعت مولوی نظام الدین و تحصیل ناظم نشر و اشاعت قاری رحمٰن اللہ صاحب نے بھی شرکت کی۔ پائمال سے واپسی پر تمائی کے لئے عازم سفر ہوئے تو راستے میں خصوصی ملاقات کے لئے پیر طریقت حضرت قاری حبیب الرحمٰن صاحب سرپرست عالمی مجلس بٹگرام کے ہاں حاضری ہوئی، حضرت نے مہمان نوازی کے بعد دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔ تیسرا اور آخری درس بعد نماز مغرب میں جامع مسجد تمائی زیر انتظام امیر مولانا محمد اظہر صاحب وجملہ ذمہ داران عالمی مجلس ویلج کونسل تمائی کے منعقد ہوا۔ ان پروگراموں میں بٹگرام کے ذمہ داران نائب امیر مولانا اسرائیل، ضلعی ناظم عمومی مفتی حامد حقانی، ضلعی ناظم شعبہ نشرواشاعت مولوی نظام الدین، ترجمان قاری مجیب الرحمٰن، تحصیل امیر مفتی فیاض تحصیل ناظم شعبہ نشرواشاعت قاری رحمٰن اللہ بھی شریک رہے۔ عشاء کی نماز سے پہلے مولانا عابد کمال صاحب اور ان کے ساتھ آئے ہوئے دوسرے مہمان مولانا سید وسیم شاہ کاکاخیل صاحب کو دعاؤں کے ساتھ الوداع کہہ کر رخصت کیا۔☆☆

> **ہم کو اللہ کافی ہے**
>
> حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب کوئی بھاری اور مشکل معاملہ پیش آجائے تو کہو:
>
> ”حسبنا اللہ و نعم الوکیل“
>
> (اللہ ہم کو کافی ہے اور وہی سب کام سپرد کرنے کے لئے اچھا ہے)
>
> انتخاب: مولانا محمد قاسم رفیع، کراچی

بزرگ عالم دین مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ انتقال کر گئے

مرحوم طویل عرصے سے علیل تھے، سندھی زبان میں قرآن کریم کی جامع تفسیر پر علالت کے باوجود کام کرتے رہے

علمی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی،

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی سمیت دیگر جید علماء کرام کا اظہارِ تعزیت

کراچی (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے امیر خانقاہ ہالیجوی کے سجادہ نشین بزرگ عالم دین مولانا سائیں عبدالصمد ہالیجوی منگل کو مقامی ہسپتال میں انتقال کر گئے، مرحوم مولانا عبدالصمد ہالیجوی کی عمر ۸۰ برس سے زائد تھی، آپ سندھی زبان میں قرآن کریم کی جامع تفسیر پر علالت کے باوجود کام کرتے رہے، مرحوم طویل عرصے سے علیل تھے۔ آپ نے پسماندگان میں ۱۵ سے زائد صاحبزادے وصاحبزادیاں اور تین بیوہ چھوڑی ہیں، جے یو آئی سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ کے انتقال پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ مرحوم کی رحلت ملک بھر اور خصوصاً صوبہ سندھ کے لئے بہت بڑا نقصان ہے، مولانا فضل الرحمٰن نے مکہ مکرمہ سے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ سائیں ہالیجویؒ کی وفات سے میرے لئے دعا کا ایک اور باب بند ہوگیا۔ آپ میرے شفیق بزرگ رہنما اور جماعت کا سرمایہ تھے، حضرت کی جماعتی تحریکی علمی خدمات کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ مولانا فضل الرحمٰن نے دعا کی کہ اللہ کریم ان کے ساتھ رحم وکرم والا معاملہ فرمائے اور درجات بلند فرمائے اور ان کے متعلقین، مریدین، تلامذہ اور اہل خانہ اور جماعتی کارکنوں کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ جے یو آئی کے مرکزی سیکریٹری جنرل مولانا عبدالغفور حیدری نے مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ کے انتقال پر دلی دکھ کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ مرحوم بے پناہ خوبیوں کے مالک تھے اور زندگی بھر دین اسلام کی اشاعت اور اس کے پیغام کو جے یو آئی کے پلیٹ فارم سے عام کرنے میں مصروف عمل رہے۔ جے یو آئی کے مرکزی ڈپٹی سیکریٹری جنرل مولانا محمد امجد خان نے مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ کی وفات پر گہرے دکھ اور افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ حضرت کی وفات سے جمعیت علماء اسلام ایک حقیقی سرپرست سے محروم ہوگئی ہے، قاری محمد عثمان نے کہا کہ مولانا عبدالصمد ہالیجوی کے انتقال سے سندھ، بلوچستان، جنوبی پنجاب میں پھیلے لاکھوں مریدین یتیم ہوگئے۔ مولانا طلحہ رحمانی کے مطابق قائدین وفاق المدارس العربیہ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا محمد حنیف جالندھری سمیت دیگر قائدین نے مولانا ہالیجوی مرحوم کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا، قائدین نے اپنے تعزیتی بیان میں کہا کہ مولانا عبدالصمد ہالیجویؒ ایک محقق عالم اور درویش صفت روحانی شخصیت تھے، آپ ہزاروں علماء وعقیدت مندوں کے پیر و مرشد تھے، اصلاحی اور تربیتی حوالہ سے آپ کی بڑی خدمات تھیں۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۳۰/اگست ۲۰۲۳ء)

تعلیماتِ نبوی قیامت تک واجب العمل ہیں

”ختم نبوت کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت ورسالت قیامت تک کے تمام اِنس وجن کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی معنی میں نبی نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وہدایات قیامت تک کے لیے واجب العمل ہیں، جنہیں زمانے کا کوئی موڑ منسوخ یا تبدیل نہیں کرسکتا۔ اب امت محمدیہ علیٰ صاحبہا السلام کے اہلِ علم کا فریضہ یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات وہدایات کو دنیا کی آخری حدود تک پہنچانے کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف کردیں۔“

(حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

ختم نبوت زندہ باد | فرما گئے یہ ہادی لا نبی بعدی | اسلام زندہ باد

زیر اہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

تحفظ ختم نبوت و دفاع پاکستان کانفرنس

بمقام لیاقت باغ راولپنڈی

زیر صدارت
پیر طریقت مخدوم العلماء ولی ابن ولی حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب حفظہ اللہ
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

زیر سرپرستی
حضرت مولانا حافظ خواجہ پیر طریقت رہبر شریعت ولی کامل محمد ناصر الدین خان خاکوانی نقشبندی مجددی صاحب حفظہ اللہ
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

زیر نگرانی
حضرت مولانا شیخ الحدیث یادگار اسلاف قاضی مشتاق احمد صاحب حفظہ اللہ
مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ راولپنڈی

زیر سرپرستی
حضرت مولانا استاذ العلماء جانشین حضرت بنوریؒ سید محمد سلیمان یوسف بنوری صاحب حفظہ اللہ
نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

14
ستمبر 2023
بروز جمعرات
بعد نماز عصر
ان شاء اللہ العزیز

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت
وانجمن ہائے تاجران راولپنڈی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد
مولانا محمد طیب
مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد
03345082180

کانفرنس
پاکستان کی نظریاتی وجغرافیائی حدود کا تحفظ
جیسے اہم موضوعات پر علماء کرام مشائخ۔ قائدین
دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے